سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ امابعد!

برادران اہل سنت والجماعت! جس طرح ہمیں اس بات کا مکمل یقین ہے اور پختہ ایمان ہے کہ ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سب نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے صحابہ کرام ؓ سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کے اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) تمام انبیاء علیہم السلام کے اہل بیت سے زیادہ شان والے ہیں۔ قرآن پاک سے ازواج مطہرات کا اہل بیت سے ہونا بالکل واضح ہے اور حدیث شریف سے حضرت علی ؓ، حضرت فاطمہ ؓ، حضرات حسنین ؓ کا اہل بیت ہونا بھی ثابت ہے۔ یہ چند سطور سیدنا امام حسین ؓ کے بارہ میں ہیں۔

نسب مبارک :

سیدنا امام حسین ؓ کا نسب اتنا اعلیٰ اور باعظمت ہے کہ ان کے حقیقی بہن بھائیوں کے سوا دنیا میں کسی کو بھی یہ برتری نصیب نہیں۔ آپ کے نانا مقصود کائنات، فخر موجودات سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آپ کی نانی پاک ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ ؓ کو اللہ تعالیٰ عرش سے سلام بھیجتے ہیں اور ان کے لئے جنت کے بہترین محل کی بشارت دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ ؓ کے سر مبارک پر سیدۃ النساء اھل الجنۃ کا تاج آنحضرت ﷺ سجا رہے ہیں (بخاری، مسلم)۔ آپ کے والد ماجد حضرت علی ؓ کو آپ ﷺ حکمت کے گھر کا دروازہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے علی! تمہارا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے ساتھ، مگر مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور فرمایا کہ علی ؓ سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن بغض نہیں رکھتے اور خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں (یعنی میری اولاد ہیں) اور مجھے حسین رضی اللہ عنہ سے خصوصی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت فرماتے ہیں جو حسین ؓ سے سچی محبت کرے اور فرمایا حسن ؓ اور حسین ؓ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

پیدائش :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ" میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ سیدنا حسین ؓ کی پیدائش ماہ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ وصال نبوی ﷺ کے وقت چھ سال چھ ماہ اور بارہ دن کے تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت ام فضل ؓ جو رسول اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ کی اہلیہ ہیں اور جو حضرت خدیجہ ؓ کے بعد عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں، انہوں نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے ان کا دل بہت متاثر ہوا۔ لہٰذا خواب سے بیدار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: حضرت آج میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا خواب ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا قطع کیا

گیا اور وہ میری گود میں رکھ دیا گیا۔ خواب سناتے وقت ام فضل ؓ کا چہرہ بہت مرجھایا ہوا تھا' لیکن خواب سن کر حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا ام فضل! یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ ان شاء اللہ فاطمہ ؓ کے ہاں لڑکا ہو گا جو تمہاری گوش میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء ؓ کے ہاں سید الشہداء حضرت امام حسین ؓ پیدا ہوئے (مشکوۃ) رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ولادت کے بعد حضرت حسین ؓ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ غایت شفقت و محبت سے تحنیک فرمائی۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنے دہن مبارک میں کھجور چبا کر حضرت حسین ؓ کے تالو میں لگائی اور برکت کے لئے اپنا لعاب مبارک بھی ان کے منہ میں داخل فرمایا اور نام حسین ؓ تجویز فرمایا۔ پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ نے ہی حضرت حسین ؓ کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی اور ختنہ اور عقیقہ بھی اسی دن کیا گیا۔

صحابیت :

آپ ؓ کو صحابیت کا شرف بھی حاصل ہے' نہ صرف رویت سے بلکہ روایت سے بھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ نے اپنے نانا پاک یعنی نبی کریم ﷺ سے بھی روایت کی ہے۔ اپنے والد ماجد' اپنی والدہ ماجدہ' اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر بن خطاب ؓ سے احادیث روایت فرمائی ہیں (تہذیب التہذیب ج ۲' ص ۳۴۵) ایک دو احادیث مبارکہ کا ترجمہ بطور تبرک لکھتا ہوں۔

(الف) آپ ؓ فرماتے ہیں کہ نانا پاک ﷺ نے فرمایا جس کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا جائے' پھر اتفاق سے اس مصیبت کا خیال آجائے اور اس مصیبت کا

منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے اس وقت وہ شخص انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ ویسا ہی اجر عطا فرمائیں گے جیسے پہلے اس مصیبت کے وقت عطا فرمایا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۶)

(ب) نیز آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اسلام کا کمال یہ ہے کہ مسلمان ان باتوں کو چھوڑ دے جو لایعنی اور بے فائدہ ہوں۔ (الاستیعاب ج ۱' ص ۱۴۵) دوسری طرف حکیم فیض عالم خطیب اہل حدیث کا عقیدہ بھی پڑھ لیں۔ کہتا ہے حضرات حسنین ؓ کو زمرہ صحابہ ؓ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ (سیدنا حسن بن علی ؓ ص ۲۳)

حلیہ مبارک :

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" سیدنا حسین ؓ سیرت اور صورت میں سرور کائنات ﷺ سے کمال مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسن ؓ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ نصف اعلیٰ میں سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین ؓ نصف اسفل میں سینہ مبارک سے قدم مبارک تک (آپ ﷺ کے) جسم مبارک کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے (ترمذی)

حضرت حسین ؓ آنحضرت ﷺ کی نظر میں :

رسول اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اے اللہ میں حسن ؓ اور حسین ؓ سے محبت کرتا ہوں' اے اللہ! آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمایئے جو ان کے ساتھ سچی محبت رکھتے ہیں۔" (ترمذی) حضرت ام فضل ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ میں نے حیرت سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں جاری

ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ابھی جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو شہید کر ڈالیں گے۔ میں نے تعجب سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا (بیہقی)۔ آہ! یہ بذریعہ وحی ملی ہوئی اطلاع پوری ہو کر رہی۔ جن اشقیاء کے اس فعل بد کی وجہ سے حضرت ﷺ کے آنسو گرے ان کی قسمت میں قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی رونا پیٹنا ہی لکھ دیا گیا۔

جنت کی سرداری :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے کی حالت میں اس دنیا کو خیرباد کہا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام اگلے اور پچھلے سن رسیدہ جنتیوں کے سردار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے (ترمذی) اور ان دونوں شہزادوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی شہادت عالم جوانی میں مقدر تھی، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے فرمایا کہ جب حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جنت کے سن رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے تو بات واضح ہے کہ وہ نوجوانان جنت کے بھی سردار شمار ہوں گے (مرقاۃ)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور خصوصی شفقت اور عنایت کا معاملہ فرماتے تھے۔ یہی طرز عمل ان کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کا تھا۔ (البدایہ ج ۸، ص ۳۶) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وظیفوں کے لئے فہرست مرتب فرمائی تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ حُلّے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حسب معمول ان کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ یہ حلے ان کے شایان شان نہیں اور یمن میں آرڈر بھیجا کہ دو خصوصی حلے تیار کرکے بھیجیں، پھر وہ خصوصی حلے منگوا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائے۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حرم پاک میں خانہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپ نے والہانہ جذبے سے فرمایا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سواری کی رکاب پکڑ کر ساتھ چلنے کو خدا کا بہت بڑا انعام سمجھتے تھے (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۸) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کے بعد جب حکومت مستقل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گئی تو جب کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کا بہت اکرام فرماتے اور ان کی آمد پر "مرحبًا واھلاً" کے کلمات سے اظہار مسرت فرماتے اور دونوں حضرات پر بہت ہی نوازش فرماتے (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۰)

امت کی نظر میں :

اہل حق اہل سنت والجماعت کے مسلک کی ترجمانی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے "حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلاشبہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں اور علماء صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں داخل ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ کی

سب سے زیادہ محبوب صاحبزادی کے فرزند ہونے کی سعادت رکھتے ہیں اور آپ جنتی نہایت درجہ عابد، زاہد، بہادر اور سخی تھے۔" (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۱) ہم پختہ یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کے بعد کوئی کتنا بڑا عالم، عابد، زاہد ہو جائے لیکن کسی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی شرف صحابیت اور شرف اہل بیت سے متصف ہیں۔ لیکن روافض کے ہاں آج بھی ہر شخص (معاذاللہ) امام حسین رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر درجہ پا سکتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے کے لئے نہ قرآن پاک پر ایمان کی ضرورت ہے، نہ کثرت عبادت کی، نہ سخاوت کی فراوانی کی، نہ راہ خدا میں جسم و جان کی قربانی کی، بلکہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ پا گیا اور جس نے دو دفعہ متعہ کیا وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ پا گیا۔ اور جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ پا گیا اور جس نے چار دفعہ متعہ کیا وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مرتبہ ہو گیا (تفسیر منہج الصادقین ص ۳۵۶) اس کے ساتھ فیض عالم خطیب اہل حدیث جہلم کی تحقیق بھی پڑھ لیں۔ کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مر جاتے ہیں، ورنہ پاگل ہو جاتے ہیں اور اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہو جاتی ہے اور ذہن کماحقہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے (خلافت راشدہ ص ۱۳۹) نیز لکھتا ہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات "عترت رسول" اور "حسن بن علی" میں دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت جماع، ذیابیطس اور تپ محرقہ سے ہوئی۔ آپ کہاں شہید ہوئے تھے، آپ کو کس نے شہید کیا تھا۔ (خلافت راشدہ ص ۱۱۵)

حالات زندگی :

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق کے ساتھ روحانی

تعلق بھی نہایت درجہ کامل رکھتے تھے۔ آپ بڑے عابد، زاہد، شب زندہ دار ہونے کے ساتھ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ کیوں نہ ہو آخر شیر کا بیٹا شیر ہی ہوتا ہے۔ اس مختصر تحریر میں آپ کے کن کن کمالات کا ذکر کروں۔

گل حسن تو بسیار اند و دامن نگاہ تنگ

آپ کے چند اشعار کا ترجمہ عرض کرتا ہوں جس سے آپ رضی اللہ عنہ کے قلبی جذبات اور علو ہمت کا ایک اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرماتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار ہوتی ہیں تو دار آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ بہت اعلیٰ اور بہتر ہے اور چونکہ یہ تمام بدن انسانوں کے فنا کے لئے ہی بنائے گئے ہیں، لہٰذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا سب سے بہتر ہے، اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہیں لہٰذا انسان کو روزی کمانے میں مختصر سی کوشش کرنا ہی بہت مناسب ہے اور چونکہ سارے اموال جو جمع کرتا ہے آخر کار ان کو ایک دن چھوڑنا ہی ہے، پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اس میں انسان کیوں بخل کرتا ہے (البدایہ والنہایہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ دور فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ کی عسکری قابلیت کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بدر کے برابر آپ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ دور عثمانی میں ۲۶ھ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام میں شریک ہو کر طرابلس کی فتح میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ اس کے بعد افریقہ کی فتح میں بھی آپ برابر شریک رہے۔ (ابن اثیر) ۳۰ھ میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر طبرستان کو فتح فرمایا۔ بڑے خونریز معرکہ کے بعد جرجان فتح ہوا۔ ۳۴ھ میں باغیوں نے شہید مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کیا تو آپ کے محافظ دستہ میں اس شیر دل شہزادے نے بھی اپنی خدمات وقف فرمادیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی سے اپنے محافظ دستہ کو پہل

کرنے سے منع فرما رکھا تھا' اس لئے آپ ؓ کی شہادت کا سانحہ ہائلہ پیش آگیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار نے سیدنا علی ؓ کو مجبور فرمایا کہ آپ خلافت قبول فرمائیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجتمع علی بیعتہ المھاجرون والانصار (استیعاب)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ حضرت علی ؓ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک تھے۔ حضرت حسین ؓ نہایت درجہ باعظمت اور باوقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے رہے۔ (البدایہ ج ۸' ص ۱۵۰)

شہادت :

جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔ مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں: لما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلفت الصحابہ ؓ حینئذ فی شانہ۔ یعنی "جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا اس وقت صحابہ ؓ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔" یاد رہے اختلاف اس میں نہیں ہوا کہ یزید فاسق ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا فسق اب محتاج بحث مسئلہ نہ تھا۔ اختلاف اس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہ ؓ کی ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی' جن کے سربراہ حضرت حسین ؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ تھے۔ اور صحابہ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی۔ اس لئے نہیں کہ ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا' بلکہ اس لئے خروج سے منکر تھی کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا۔ پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو۔ صحابہ کرام ؓ کی اس جماعت نے

اسی فتنہ و فساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرام ؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لئے دعا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ان صحابہ کرام ؓ میں سے بعض نے حضرت حسین ؓ کو بھی مشورہ دیا کہ آپ خروج نہ فرمائیں۔ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں' بلکہ یہ کہہ کر کہ جن اہل کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: "یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے۔ ان میں کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔

سیدنا امام حسین ؓ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافت عادلہ کا قیام تھا۔ وہ خدانخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بناء پر مدعی خلافت نہ تھے۔ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ فساد سے بہت ڈرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ محدث لکھتے ہیں: "اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہ ؓ شہادت عثمان ؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ اپنی قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے۔" (البدایہ ج ۷' ص ۲۵۴) خود عباسی بھی اتمام الوفا کے حوالہ سے لکھتا ہے: "اس زمانہ میں صحابہ ؓ کی کثیر تعداد حجاز' شام' بصرہ' کوفہ' مصر میں موجود تھی۔ ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسین ؓ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے" (تحقیق مزید ص ۲) صاف معلوم ہوا کہ جو صحابہ ؓ یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسین ؓ کو اس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا (ص ۱۸۰) مورخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں کہ سیدنا حسین ؓ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ ان میں یہ اہلیت جیسی وہ

سمجھتے تھے ویسی ہی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ (ص ۱۸۱) نیز فرماتے ہیں کہ دوسرے صحابہ کرام ؓ شیعان کوفہ کو منافق جانتے تھے، اس لئے ان کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔ امام حسین ؓ ان کو قوت سمجھتے تھے۔ اس بارہ میں دوسرے صحابہ کرام ؓ کا اندازہ صحیح نکلا اور سیدنا حسین ؓ کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ایک دنیوی امر میں اندازہ کی غلطی تھی جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں (ص ۱۸۱) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو مطعون بھی نہیں ہوتا۔ وہ ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ سے یزید کا قتال اس کی ان حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اس کے فسق کو اور پختہ کردیتی ہے۔ ہاں حضرت حسین ؓ شہید تھے۔ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔ وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل۔ (ص ۱۸۰)

حالات و واقعات :

یزید جب بادشاہ بنا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہ ؓ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے۔ میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا۔ اور حضرت معاویہ ؓ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لئے بھیجتے تھے، میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا اور حضرت معاویہ ؓ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے، میں یک مشت دوں گا۔ (البدایہ ج ۸، ص ۱۴۶)

یعنی اب کافروں سے جہاد بند کردیا گیا۔ اس کے بعد پہلا خط اس نے گورنر مدینہ کو یہ لکھا: خذ حسینًا و عبداللّٰہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعة اخذًا شدیدًا لیست فیه رخصة حتّٰی یبایعوا ..... والسلام۔ یعنی فوری طور پر حسین ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ اور عبداللہ بن زبیر ؓ کو گرفتار کرلو اور گرفتار کرکے شدید سختی کرو۔ ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کرلیں۔ (البدایہ ج ۸، ص ۱۴۹)

کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جہاد ختم کردیا۔ اس کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔ مگر اہل بیت رسول کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے، مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا۔ اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانان جنت کے سردار کے لئے کوئی امن نہیں تھا۔ چنانچہ سیدنا حسین ؓ گرفتاری سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزین ہوئے، مگر یزید کے گماشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دوبھر کردیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر خواب میں آپ کو شہادت کی بشارت دے دی گئی۔ چنانچہ آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کردیئے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ آخر دم تک صبر و سکون پر قائم رہے۔ شیعہ کی کتاب انارة البصائر ص ۲۹۷ پر ہے کہ جناب سید الشہداء نے اپنی شہادت سے قبل اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب ؓ کو فرمایا اے میری بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرو۔ پس میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ تم فاطمہ زہرا ؓ کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کے وصال کی مصیبت پر صبر فرمایا تھا، اسی طرح تم بھی میری موت پر صبر کرنا۔ سیدہ زینب ؓ نے اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل فرمایا۔ جب شیعان کوفہ نے امام حسین ؓ کو شہید کردیا تو پھر خود ہی آپ ؓ پر ماتم اور سینہ کوبی شروع کردی۔ جب سیدہ زینب ؓ نے ان شیعوں کا ماتم اور رونا پیٹنا دیکھا تو فرمایا بعد حمد و صلوۃ کے اے اہل کوفہ! اب تم روتے ہو اور

ماتم کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ (اخبار ماتم ص ۸۰۵) سیدہ زینب ؓ کی یہ دعا ان کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ نہ صرف قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک بھی رونا پیٹنا، ماتم اور سینہ کوبی ہی ان کا مقدر بن گیا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا موقف

اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہر کہ بدگفت خواجہ مارا
ہست او بیگماں یزید پلید

(سوانح الالہام ص ۱۰۳)

ایک عدالتی بیان میں آپ نے فرمایا کہ "کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔" (مقدمات امیر شریعت ص ۲۵۷)

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے کہا سید کوئی بھی ہو، اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔ شاہ جی نے قہقہہ لگایا۔ پھر فرمایا مگر تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جو سنی ہوتے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پورا یزید ہوتا ہے (ہمارے دور کے چند علمائے حق، ص ۱۸۴، از سید محمد امین گیلانی)

ایک تقریر میں ارشاد فرمایا: "حسین جو لوائے حق کو اونچا کر رہا تھا اس کے ساتھ گھر کے بہترین نفوس تھے، جن میں چھ برس کے بالے بھی تھے۔ حسین ؓ نے کہا میں اپنے نانا کی گدی پر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتا جو اس گدی کی بے حرمتی کا باعث ہو..... نیز فرمایا..... اسلامی تاریخ کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہمیں بتاتا ہے کہ اصل چیز حق ہے جو اقلیت میں رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اور باطل اکثریت کی ہمنوائی کے باوجود بھی باطل ہی کہلاتا ہے۔

(نوادرات امیر شریعت ص ۶۱، ۶۲ سید منظور احمد شاہ حجازی)

کھلا خط بنام

مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی

(دربارہ یزید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی سلمہ اللہ تعالیٰ
شریک دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۵ھ

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! محبت نامہ ملا۔ آپ نے چند باتیں پوچھی ہیں :

(۱) کہ میں نے یزید کے بارہ میں جو خط لکھا ہے اس میں مدار کار شیعہ کی کتابوں پر رکھا ہے۔ یہ بات اگر کسی نے جہالت سے کہی ہے تو اس کو توبہ کرنی چاہئے اور اگر شرارت سے کہی ہے تو ایسا شخص ضال اور مضل ہے۔ اس سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا واجب ہے۔ میں نے مسئلہ کا مدار اکابر اہل سنت والجماعت کی کتابوں پر رکھا ہے۔

(۲) یہ کہ میری پیش کردہ روایات کے اکثر راوی شیعہ ہیں، اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات بھی صحیح نہیں، اور ایک اہم بات کا یہاں خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہر فن کی کتابوں میں بعض الفاظ اصطلاحی ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ان اہل فن کے مطابق لینا چاہئے نہ کہ جو آپ کے خیال میں آجائے۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں شیعہ کا لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

کو حضرت عثمان ؓ سے افضل جانتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کو حضرت علی ؓ سے افضل اور خلیفہ برحق مانتے۔ سب صحابہ ؓ کو مانتے۔ ہاں اگر کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین ؓ سے بھی افضل کہے اور صحابہ کرام ؓ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھیننے والا کہے تو اس کو اسماء الرجال والے رافضی یا رافضی خبیث کہتے ہیں۔ آجکل ہمارے عرف میں شیعہ رافضی کو کہتے ہیں، لیکن اسماء الرجال میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہے وہ "شیعہ عثمان ؓ یا عثمانی" اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اسے "علوی یا شیعہ علی ؓ" کہتے تھے۔ صحیح بخاری ص ۴۳۳، ج ۱ پر اسی معنی میں عثمانی اور علوی کا لفظ ملتا ہے۔ بخاری شریف کے کئی راوی اس معنی میں شیعہ ہیں اور صحیح مسلم کے بارہ میں تو بعض نے یہاں تک فرمایا ہے کہ کتاب مسلم ملان من الشیعۃ۔

(۳) ایک اور فرق: قرآن پاک کے ایک لفظ کا ثبوت جس تواتر سے ہے سنت کا اس طرح نہیں۔ پھر احکام کی احادیث کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں فضائل کے لئے نہیں اور تاریخ کے لئے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے۔ ہاں اصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہوں گی: (۱) جن کو ہمارے عقائد کے موافق پاکر ہمارے اکابر نے قبول فرمالیا وہ مقبول ہیں۔ (۲) جن کو عقائد اہل سنت سے متصادم پاکر اکابر نے رد کردیا وہ مردود ہیں۔ (۳) جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون، وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کرلیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔ بہرحال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کرچکے ہیں۔ ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔

(۴) آپ نے ابو مخنف کے بارہ میں لسان المیزان کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں جو جرح کی جاتی ہے وہ یہ بتانے کے لئے کہ یہ احکام حلال و حرام کے بارہ میں احادیث روایت کرنے کے

اہل نہیں، اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور فن میں بھی قابل اعتماد نہیں۔ جیسے قاری حفص رحمہ اللہ کو محدثین نے ضعیف بلکہ کذاب تک لکھ دیا ہے، مگر اس سے ان کی قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت تو ناجائز نہیں ہوئی۔ امام غزالی، ابوطالب مکی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کو نقل احادیث میں میزان الاعتدال میں ناقابل اعتماد قرار دیا ہے مگر تصوف کے تو وہ امام ہیں۔ اس میں ان سے استفادہ منع نہیں ہے۔ کتنے فقہاء کرام کو نقل حدیث میں اسماء الرجال والوں نے ناقابل اعتماد قرار دیا ہے، مگر مسائل فقہ میں آج تک ان کا فتویٰ چلتا ہے۔ محمد بن اسحاق کو احادیث حلال حرام کی روایت میں کذاب دجال تک کہا گیا ہے، لیکن تاریخ اور مغازی کے وہ امام ہیں۔ بالکل یہی حال ابو مخنف کا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابو مخنف لوط بن یحیٰی وقد کان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ ولکنہ اخباری حافظ عندہ من ھذہ الاشیاء مالیس عند غیرہ ولھذا یترامی علیہ کثیر من المصنفین فی ھذا الشان ممن بعدہ واللہ اعلم" (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۰۴) ہم بھی اسے محدث یا مفتی نہیں مانتے، مورخ مانتے ہیں۔

(۵) زندہ قومیں اپنی تاریخ کا انکار نہیں کیا کرتیں۔ یہ منکرین کی ایک گہری سازش ہے۔ انہوں نے پہلے براہ راست سنت کا انکار کرانا چاہا لیکن جمہور اہل اسلام ان کے قبضہ میں نہ آئے، اس لئے انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹالیا کہ پہلے تاریخ کا انکار کراؤ، کیونکہ احادیث کی صحت و ضعف کی پرکھ احوال رُواۃ پر مبنی ہے جو تاریخ ہے۔ تاریخ کے انکار سے احادیث کا انکار خود بخود ہوجائے گا، پھر قرآن پاک کی من مانی تشریحات کا ہر ملحد اور بے دین کو حق مل جائے گا۔ تاریخ کا انکار کرانے کے لئے منکرین حدیث نے اسی ترکیب سے کام لیا کہ مورخین کی اکثریت شیعوں کی ہے۔ تاریخ کا بڑا ماخذ طبری تھی، اس کو شیعہ مشہور کردیا گیا۔ بعض لوگوں نے اندھادھند اسے قبول کرلیا، جس سے منکرین حدیث کے حوصلے بلند ہوگئے۔ اب انہوں نے حدیث کے امام زہری کو شیعہ ثابت

کرنے پر سارا زور لگا دیا۔ پہلے تو لوگوں کو یہ بتایا کہ حدیث قرطاس کا راوی زہری ہے' قصہ فدک کا راوی زہری ہے' بخاری سے جتنی روایات شیعہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں ان میں سے اکثر کا راوی زہری ہے۔ چنانچہ بعض جذباتی لوگوں نے اس بات کو بھی مان لیا۔ بڑے خوش ہوئے کہ بہت بڑی تحقیق ہو گئی ہے۔ جب صحیح بخاری ہی ناقابل اعتماد ہو گئی تو تاریخ کا دفاع کون کرے گا۔ لیکن اب جب تمنا عمادی کی کتابیں جمع القرآن اور اعجاز القرآن سامنے آئیں' اس میں اس نے بتایا کہ یہ جو بخاری کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور پھر حضرت عثمان ؓ جامع القرآن ہیں' ان حدیثوں کا مرکزی راوی بھی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ یہ جمع قرآن کا افسانہ شیعوں نے گھڑا' زہری نے پھیلایا اور بخاری نے اس کو قبول کر کے صحیح بخاری میں لے لیا۔ اب منکرین حدیث ان کے جامع قرآن ہونے کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ اسدی صاحب حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہے ہیں اور یہی کہہ رہے ہیں کہ حیات مسیح کی دو اعلیٰ ترین حدیثیں جو بخاری میں ہیں ان دونوں کا راوی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ اس لئے حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ غلط ہے' شیعوں کا گھڑا ہوا ہے۔ امام مہدی کے بارہ میں ساری احادیث بھی اس کے نزدیک شیعہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔

میں نے ایک اس کے چیلے سے پوچھا کہ تو نماز کیسے پڑھتا ہے؟ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۲' ج ۱) میں نے پوچھا نماز میں سورت فاتحہ پڑھتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۴' ج ۱) میں نے پوچھا تو سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر کہتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۱۰' ج ۱) اب تو وہ بہت گھبرایا۔ پھر میں نے اسے سمجھایا کہ جس راستے پر آپ کو منکرین حدیث اور ان کے ایجنٹوں' خارجیوں اور یزیدیوں نے لگا دیا ہے اس کی آخری منزل اسلام کو ہی سلام کرنا ہے۔ بہرحال یہ سارا جال منکرین حدیث کا تنا ہوا ہے۔ یہ تو بے چارے ان کے ایجنٹ ہیں۔ کلمہ نبی پاک کا پڑھتے ہیں اور ایجنسی منکرین حدیث کی

کرتے ہیں۔

یزید کے ہاتھ میں ہاتھ :

آپ نے لکھا ہے: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت! تو خدا کی قسم یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہاں اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا فیصلہ خود کرے گا (البدایہ والنہایہ ص ۷۰' ج ۸) اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ ؓ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب رائے ہو قائم کرے گا۔ (طبری ص ۲۳۵' ج ۶) اب میں آپ کے سامنے اصل عربی عبارت رکھ دیتا ہوں' یہ آپ تلاش کر دیں کہ آپ کی تحریر کس عبارت کا ترجمہ ہے۔ (۱) حافی بن ثبت الحضرمی جو عمرو بن سعد اور امام حسین ؓ کی گفتگو کے درمیان امام حسین ؓ کے نمائندہ تھے' فرماتے ہیں کہ کافی رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں: حتی ذهب من الیل هذیع ثم انصرف کل واحد منهما الی عسکره باصحابه و تحدث الناس فیما بینهما ظنًا یظنونه ان حُسینًا قال لعمرو بن سعد اخرج معی الی یزید بن معاویه ؓ وندع العسکرین (طبری ص ۳۳' ج ۴) فتکلما طویلاً حتی ذهب هذیع من الیل' ولم یدر احد ما قالا' ولکن ظن بعض الناس انه سأله ان یذهب معه الی یزید بن معاویه ؓ الی الشام ویترکا العسکرین متواقفین (البدایہ والنہایہ ص ۱۷۷' ج ۸) یہ سارا قصہ ۲ محرم جمعرات کا ہے (البدیہ ص ۱۷۶' ج ۸) ۱۰ محرم جمعہ کو جب قیس بن الاشعث نے کہا کہ آپ ابن زیاد کی بات مان لیں تو فرمایا :

لا واللّٰه ولا اعطیهم بیدی عطاء الاصل ولا اقرار العبید عباد اللّٰه انی عذت بربی وربکم ان ترجمون۔ اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب۔ (الکامل ص ۵۶۲' ج ۳)

(۲) عقبہ بن سمعان کی روایت: قال لقد صحبت الحسین ؓ من مکة الی حین قتل واللہ ما من کلمة قالها فی موطن الا وقد سمعتها، وانه لم یسال ان یذهب الی یزید فیضع یده الی یده ولا الی یذهب الی الثغور، من ثغر ولکن طلب منهم احدا مرین، اما ان یرجع من حیث جاء، واما ان یدعوه یذهب فی الارض العریضة حتٰی ینظر ما یصیر امر الناس الیه (البدایہ ص ۱۷۷، ج ۸۔ طبری ص ۳۱۳، ج ۴)

(۳) عمار دہنی شیعہ کی روایت: قال له الحسین ؓ: اختر واحدةً من ثلاث، اما ان تدعونی فانصرف من حیث جئت واما ان تدعونی فاذهب الی یزید، واما ان تدعونی فالحق بالثغور فقبل ذٰلك عمر، فکتب الیه عبیداللہ بن زیاد لا ولا کرامة حتٰی یضع یده فی یدی، فقال الحسین ؓ: لا واللہ لا یکون ذالك ابدًا، فقاتله فقتل اصحاب الحسین ؓ کلهم وفیهم بضعة عشر شابا من اهل بیته (البدایہ والنہایہ ص ۱۹۹، ج ۸، طبری ص ۲۹۲، ج ۴)۔

(۴) جس کا راوی ابومخنف ہے (شیعی محترق) اس کا استاد مجالد بن سعید ہے کذاب (الجرح والتعدیل ص ۳۶۱، ج ۶) اور الصعقب بن زہیر (شیخ) لیس بمشهور (الجرح والتعدیل ص ۲۵۵، ج ۲) سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حسین ؓ اور عمر بن سعد کے دو تین مرتبہ تنہائی میں مذاکرات ہوئے تو عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق ہو گیا ہے۔ حسین ؓ نے مجھے کہا ہے کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاتا ہوں یا کہیں سرحدوں کی طرف چلا جاتا ہوں، یا یہ کہ ان یاتی یزید امیر المومنین فیضع یده فی یده فیَرٰی فیما بینه وبینه رایه (طبری ج ۴، ص ۳۱۳)

یہ آپ کے سامنے چاروں روایات ہیں۔ دوسری روایت میں شدید انکار ہے کہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا اور پہلی روایت میں تصریح ہے کہ لوگوں نے محض اپنے ظن اور خیال سے یہ بات پھیلا دی ہے۔ کسی نے یہ بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے سنی نہیں اور آپ بھی جانتے ہیں: ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی کوئی سند صحیح یا حسن نہیں ہے۔ شیخ محمد الخضری المصری فرماتے ہیں: ولیس بصحیح انه عرض علیهم ان یضع یده فی ید یزید (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۲۸) آپ کوئی صحیح سند اس کی پیش فرمائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ آپ نے البدایہ والنہایہ کی طرف جو عبارت منسوب کی ہے وہ البدایہ والنہایہ کی کس عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ بیان کرنے والوں نے محض ظن سے بیان کیا ہے اور رد کرنے والے نے پورے یقین سے اس بات کو رد کیا ہے۔

آپ نے جو روایت بحوالہ طبری نقل فرمائی ہے اس کا حال نمبر ۴ میں آپ دیکھ چکے ہیں جو البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے۔ اس نے بھی طبری سے ہی لی ہے۔ اگر طبری ناقابل اعتماد ہے تو جناب نے اس کی روایات کیوں نقل فرمائیں۔ طبری سے جو روایت آپ نے نقل کی ہے اس کا راوی ابومخنف ہی ہے اور ساتھ اور کتنے اس سند میں خوابیدہ ہیں نمبر ۴ دیکھ لو۔

ایک اعجوبہ :

آپ نے لکھا ہے کہ ابومخنف طبری کی پیدائش سے ۵۵ سال پہلے فوت ہو چکا تھا۔ براہ راست سماع بھی نہیں۔ جناب آپ نے لسان المیزان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابومخنف کا تعارف یوں کرایا ہے: ابومخنف دوسری صدی کا آدمی ہے اور ابن حجر نویں صدی کا جو سات سو سال بعد ہوا۔ اس کا سماع ثابت ہے نہ ہی ابن حجر کا براہ راست سماع دارقطنی سے، نہ ابوحاتم سے، نہ عقیلی سے۔ اگر کہو کہ ابن حجر نے پہلوں کی کتابوں سے حوالہ لیا ہے تو طبری ابومخنف کی کتاب سے کیوں نہیں لے سکتا۔

یزید کا پہلا حکم :

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید نے پہلا حکم نامہ گورنر مدینہ کو لکھا و کتب الیه فی صحیفة کانها اذن الفارة: اما بعد فخذ حسین ؓ وعبداللّٰه بن عمر ؓ وعبداللّٰه بن الزبیر بالبیعة اخذًا شدیدًا لیست فیه رخصة والسلام (البدایہ والنہایہ ص۱۴۹ ج۸۔ ابن اثیر ص۲۶۹ ج۳۔ طبری ص۲۵۰ ج۴) یعنی بیعت کے سلسلہ میں حسین ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ اور عبداللہ بن زبیر ؓ کو پوری سختی سے پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کرلیں انہیں رخصت نہ ملے پائے۔ (والسلام)۔

دوسرا حکم :

علیك بالحسین بن علی ؓ و عبداللّٰه بن الزبیر ؓ فابعث الیهما الساعة فان بایعا والا فاضرب اعناقهما قبل ان یعلن الخبر (الاخبار الطوال ص۲۲۷، ابو حنیفہ دینوری) تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی ؓ اور عبداللہ بن زبیر ؓ کو بلوالو۔ اگر وہ دونوں بیعت کرلیں تو خیر، ورنہ دونوں کی گردنیں ماردو۔ یہ کام معاویہ ؓ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہوجانا چاہئے۔

دارالامارت میں :

چنانچہ یہ دونوں حکم جب گورنر کو پہنچے تو فوراً حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دارالامارت میں بلایا گیا اور ان دونوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیعت اس طرح چھپ کر نہیں لی جایا کرتی۔ مروان نے گورنر ولید کو کہا: تخرجه حتٰی یبایع والا ضربت عنقه۔ ان کو نکلنے نہ دینا۔ یہ بیعت کریں، ورنہ ان کی گردن ماردے۔ اس پر حضرت حسین ؓ اور مروان میں تلخ کلامی ہوگئی۔ ولید نے کہا: "اے مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا بھی دی جائے تو میں حسین ؓ کو قتل نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ! میں حسین ؓ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کروں۔ خدا کی قسم! میرا یقین ہے

کہ حسین ؓ کو قتل کرنے والے کی ترازو قیامت کو ہلکی ہوگی" (اس آیت کی طرف اشارہ کیا: واما من خفت موازینه فامه هاویه) حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغیر بیعت کئے نکل گئے اور یزید نے گورنر کو اس حکم (قتل) میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے معزول کردیا (البدایہ والنہایہ ص۱۵۰، ۱۵۱ ج۸۔ طبری ص۲۵۱، ۲۵۲ ج۳۔ الکامل لابن الاثیر ص۵۳۰ ج۲)

ان حوالہ جات کو پڑھ کر اپنی اس عبارت پر غور کریں: "یزید کے بارے میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ اسی نے کسی شخص کو قتل حسین ؓ کا حکم دیا ہو یا قتل حسین ؓ پر رضامندی ظاہر کی ہو۔"

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین ؓ واستبشاره بذالك واهانته اهل بیت النبی علیه السلام مما تواتر معناه وان کان تفاصیله احادًا فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة اللّٰه علیه وعلٰی انصاره واعوانه (شرح عقائد نسفی)

مکہ مکرمہ میں :

حضرت حسین ؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے مکہ مکرمہ میں پناہ لی، لیکن وہاں بھی ان کے لئے امان نہ تھی۔ اس لئے حضرت حسین ؓ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرمالیا تو یزید نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو دھمکی آمیز خط لکھا جس میں قتل تک کی دھمکی تھی۔ یعنی حضرت حسین ؓ کے لئے ان سوف یترککم ماتدعون بها قتلی تهادا کم العقبان الرخم۔ چنانچہ یہ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: واللّٰه انی لاظنك ستقتل غدا بین نسائك وبناتك کما قتل عثمان بین نساءه وبناته۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لان اقتل بمکان کذا و کذا احب الی من ان اقتل بمکة وتستحل بی، قال فبکی ابن عباس (البدایہ ص۱۶۶ ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ ان کو شہید کرنے کے

لئے حرم پاک کی حرمت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جائے گا۔

یزید کا خط :

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تو یزید نے ابن زیاد کو لکھا: "وفی روایۃ ان یزید کتب الٰی ابن زیاد: قد بلغنی ان الحسین ؓ قد توجه الی نحو العراق فضع المناظر والمسالح، واحترس واحبس علی الظنة وخذ علی التهمة غیر ان لا تقتل الا من قاتلك، واکتب الیّ فی کل ما یحدث من خبر والسلام (البدایہ والنہایہ ص ۱۶۷، ج ۸) اس روایت کا راوی نامعلوم ہے۔

یزید کا اشارہ :

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ہم سفر مسافر بن شریح الکندی کو بتایا: اما قتلی الحسین ؓ فانه اشار الیّ یزید بقتله او قتلی فاخترت قتله (الکامل ص ۶۱۳، ج ۲۔ طبری ص ۴۰۲، ج ۴) اور جب یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ حرم مکہ میں ابن زبیر پر حملہ کرے تو ابن زیاد نے کہا: لا اجمعهما للفاسق ابدًا اقتل ابن بنت رسول اللّٰہ واغزو البیت (طبری ج ۴، ص ۳۷۱)

یزید کا رونا :

آپ نے لکھا ہے کہ یزید امام حسین ؓ کے سر کو دیکھ کر رو پڑا۔ اس پر آپ نے الاصابہ ص ۹۰، ج ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مجھے الاصابہ میں سیدنا حسین ؓ کے حالات میں یہ عبارت نہیں ملی۔ البتہ طبری ص ۳۵۲، ج ۴ پر یہ روایت ہے۔ مگر اس کا راوی آپ کا ممدوح ابومخنف ہی ہے۔ اولاً تو روایت ہی صحیح نہیں، پھر برادران یوسف کی طرح رونے سے اب کیا فائدہ؟

آئے تربت پہ مری، روئے، کیا یاد مجھے
خاک اڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

امام زین العابدین رحمہ اللہ سے گفتگو :

جب سیدنا حسین ؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ابن زیاد پر لعنت کی۔ پھر امام زین العابدین رحمہ اللہ سے مخاطب ہوا: یا علی ان اباك الذی قطع رحمی وجهل حقی ونازعنی سلطانی فصنع اللّٰہ به ما قد رایت فقال علی ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها فقال یزید لابنه خالد رد علیه فما دری خالد ما یرد علیه فقال له یزید قل ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (طبری ص ۳۵۲، ج ۴) کیا ایسے موقع پر یہ بکواس ندامت کی دلیل ہے یا تکبر اور رعونت کی۔

حضرت فاطمہ ؓ و سکینہ ؓ :

ثم ادخل نساء الحسین ؓ علیه والراس بین یدیه فجعلت فاطمة وسکینة ابنتا الحسین ؓ تتطاولان لتنظرا الی الراس وجعل یزید یتطاول لیستر عنهما الراس فلما راینا الراس صحن فصاح نساء یزید و اول بنات معاویه ؓ فقالت فاطمة بنت الحسین ؓ وکانت اکبر من سکینة ابنات رسول اللّٰہ سبایًا یا یزید؟ فقال یا ابنة اخی انا لهذا کنت اکرمه۔ قالت واللّٰہ ما ترك لنا خرص فقال ما اتی لکن اعظم مما اخذ منکن۔ فقام رجل من اهل الشام فقال هب لی هذه یعنی فاطمه فاخذت بثیاب اختها زینب وکانت اکبر منها فقالت زینب کذبت ولومت وما ذالك لك ولا له۔ فغضب یزید وقال کذبت واللّٰہ ان ذالك لی ولو شئت ان افعله لفعلته قالت کلا واللّٰہ ما جعل اللّٰہ لك ذالك الا ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر دیننا فغضب یزید واستطار ثم قال ایای تستقبلین بهذا؟ انما خرج من

الدین ابوك واخوك قالت زینب بدین اللّٰہ ودین ابی واخی وجدی اهتدیت انت وابوك وجدك قال کذبت یا عدوة اللّٰہ۔ قالت انت امیر تشتم ظالما وتقهر بسلطانك؟ فاستحیٰی وسکت ثم افرض وادخلن دور یزید فلم تبق امراة من آل یزید الا انتهن واقمن المآتم وسألهن عما اخذ منهن فاضعفه لهن فکانت سکینة تقول ما رایت کافرًا باللّٰہ خیرًا من یزید بن معاویة" (الکامل ج۴ ص۵۷۷) دیکھئے آپ نے اس بے غیرت کی ان باتوں پر پردہ ڈالا۔ یہ تو ایک روایت تھی۔

دوسری روایت :

اب دوسری روایت جو ابومخنف کی نہیں ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: لما قتل عبیداللّٰہ بن زیاد الحسینَ بن علی" وبنی ابیه بعث برءوسهم الی یزید بن معاویة" ، فسر بقتلهم اولا وحسنت بذالك منزلة عبیداللّٰہ عنده ثم لم یلبث الا قلیلاً حتّٰی ندم علی قتل الحسین" فکان یقول وما کان علی لو احتملت الاذی وانزلته معی فی داری وحکمته فیما یریده، وان کان علی فی ذالك وکف وهن فی سلطانی حفظا لرسول اللّٰہ" ، ورعایة لحقه وقرابته، لعن اللّٰہ ابن مرجانة فانه اخرجه واضطره وقد کان سأله ان یخلی سبیله ویرجع فلم یفعل او یضع یده فی یدی او یلحق بثغر من ثغور المسلمین یتوفاه اللّٰہ عزوجل فلم یفعل فابی ذٰلك ورده علیه فقتله فبغضنی بقتله الی المسلمین وزرع لی فی قلوبهم العداوة فابغضنی البر والفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسینًا مالی ولابن مرجانة لعنه اللّٰہ وغضب علیه (طبری ص۳۸۹ ج۴) خود یزید کی اس اپنی شہادت سے معلوم ہوا کہ اس دور کے نیک وبد سب کے سب مسلمان یزید سے بغض رکھتے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار اسی کو قرار دیتے تھے۔ گویا اس پر صحابہ" وتابعین

رحمهم اللّٰہ کا اجماع تھا۔ یہی روایت الکامل ص۵۷۸ ج۳۔ البدایہ والنہایہ ص۲۳۵ ج۸ پر ہے۔ بلکہ الکامل میں تو یہ الفاظ ہیں: ولما وصل راس الحسین" الی یزید حسنت حال ابن زیاد عنده وزاده ووصله وسترہ ما فعل ثم لم یلبث الا یسیرًا حتی بلغه بغض الناس له ولعنهم وسبهم فندم علی قتل الحسین" فکان یقول وما علی الخ۔ کیا ثعلبیہ سے امام" نے کوفہ کا راستہ چھوڑ کر شام کا راستہ اختیار فرمالیا تھا کہ یزید کو جا کر ملیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ "مقام ثعلبیہ پر پہنچتے ہی شہادت مسلم کی خبر پہنچی۔ مسلم کے بیٹوں سے مشورہ کر کے یزید کی ملاقات کا فیصلہ کیا۔ کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو قاتل مسلم تھے نے سمجھ لیا کہ اگر حسین" یزید کے پاس پہنچ گئے تو ساری سازش عیاں ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم! یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔" اس پر آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

اس میں یہ تو درست ہے کہ الثعلبیہ کے مقام پر دو اسدیوں کے ذریعے امام" کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص۲۹۹ ج۴) اور یہ بات کہ وہاں سے مسلم" کے بیٹوں کے مشورہ کے بعد شام کا رخ کر لیا بالکل جھوٹ ہے۔ الثعلبیہ سے چل کر آپ زبالہ پہنچے۔ وہاں آپ کو حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص۳۰۰ ج۴) وہاں آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو واپس جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ اس کے بعد بطن العقبہ پہنچے۔ وہاں بھی آپ" کو ایک شخص نے پیش قدمی سے روکا۔ یہ منزلیں آپ" نے ذی الحجہ میں طے فرمائیں۔ محرم میں آپ مقام شراف پر اترے۔ یہاں یزیدی فوج کا ہراول دستہ جو ایک ہزار آدمی تھے امام" سے ملے۔ وہاں آپ نے بوقت عصر خطبہ دیا: فحمداللّٰہ واثنی علیه ثم قال اما بعد! ایها الناس فانکم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاهله یکن ارضی للّٰہ ونحن اهل البیت اولی بولایة هذا الامر علیکم من هولا

المدعيين ما ليس لهم والسائرين فيكم بالجور والعدوان (طبری ص ۳۰۳ ج ۴) پھر آپ مقام بیضہ پر اترے' حر اور اس کے ساتھی بھی ساتھ تھے۔ آپ نے خطبہ دیا: فحمدالله واثنى عليه ثم قال: ايها الناس! ان رسول الله ﷺ قال من راى سلطانا جائرا مستحلا لحرم الله فلم يغير عليه بفعل ولا قول كان حقا على الله ان يدخله مدخله الا وان هولاء قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمٰن واظهروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفئ واحلوا حرام الله وحرموا حلاله (طبری ص ۳۰۴ ج ۴)

یہاں سے چل کر آپ کربلا کے متصل العقر میں پہنچے۔ راستے میں کوفہ سے آنے والے چار آدمیوں سے ملاقات ہوئی' جس سے واضح ہے کہ یہ راستہ کوفہ کا تھا' شام کا نہ تھا۔ یہیں عمر بن سعد مزید چار ہزار فوج لے کر پہنچ گیا اور پھر پانچ ہزار فوج نے امام کا گھیراؤ کر لیا۔ آپ کا یہ لکھنا کہ الثعلبیہ کے مقام پر ابن زیاد اور شمر نے راستہ روک لیا بالکل غلط ہے۔ ابن زیاد تو میدان جنگ میں آخر تک نہیں آیا۔ ہاں شمر آخری دن کربلا میں پہنچا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ان خطبات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ امام آخر وقت تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ وھو الصحیح۔ آپ نے جو شمر کو مسلم بن عقیل کا قاتل لکھا ہے' یہ بھی صحیح نہیں۔ قتل کا حکم ابن زیاد بدنہاد نے دیا تھا اور قتل بکیر بن حمران نے کیا تھا۔ (طبری ص ۲۷۹' ۲۸۳۔ ج ۴)

کھلا خط بنام

ابو ریحان عبدالغفور

(دربارۂ یزید)

بسم الله الرحمن الرحيم

بعالی خدمت جناب ابو ریحان عبدالغفور صاحب

نسأل الله لنا ولكم العافية۔

بعد از تحیات مسنونہ معروض آنکہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں تین چار ماہ سفر پر رہا۔ آخر شوال میں واپس پہنچا تو ڈاک بہت جمع تھی۔ چھوٹے موٹے خطوط کے جواب میں ہی ذی قعدہ بھی گزر گیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دو سفر کرنا ہی پڑتے ہیں۔ ذوالحجہ کے آخر میں جناب کے گرامی نامہ کی باری آئی۔ اس کو پڑھا۔ معلوم ہوا کہ اس عاجز کے تینوں مضامین جناب نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔ سارے خط میں نہ آپ کو دعویٰ یاد رہا ہے' نہ دلیل سے مطابقت کا خیال آیا ہے۔ باحوالہ مضامین کے جواب میں بے حوالہ سب وشتم کو جواب سمجھ لینا ہی جناب کی علمی معراج ہے۔ اگر کہیں حوالہ کی نشاندہی کی ہے تو اقتباس تو نہیں کہا جا سکتا' اختلاس ہی اختلاس ہے

۱۔۔۔ جناب نے بہت نوازش فرمائی کہ غیر مقلدین کے بارہ میں تو اس عاجز کے مضامین کو مخلصانہ ارشاد فرمایا' لیکن یزید کے بارہ میں مجھے امام باڑہ کا ذاکر بنا ڈالا۔ ایسی نوازشات جناب سے قبل قادیانیوں وغیرہ کی طرف سے بھی ہوتی رہتی ہیں۔ وہ بھی یہی لکھا کرتے ہیں کہ آپ کے مضامین تحقیقی ہوتے ہیں' تقریر بڑی عام فہم ہوتی ہے' مگر حیات مسیح

کے مسئلہ میں جب آپ بیان فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گرجا میں کوئی فادر بول رہا ہو۔ میں نے جناب کی کوئی تقریر تو سنی نہیں، دو تحریریں پڑھنے کا شرف ضرور نصیب ہوا۔ "سبائی فتنہ" اور یہ خط۔ خدا لگتی کہتا ہوں کہ تحقیق کے عنوان سے تلبیس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ناصبی ذاکر مرثیے پڑھ رہا ہے یا نوحہ خوانی کر رہا ہے۔

(۲)..... میں نے یہ لکھا تھا کہ یزید کا فاسق ہونا اہل سنت میں متفق علیہ ہے۔ اس پر ابن خلدون اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہادتیں نقل کی تھیں۔ جناب نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ "اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یزید کا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ ہونا، نہ ہونا بھی صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ کے دور سے اسی طرح اختلافی چلا آ رہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل۔" مگر اس پر جناب نے کوئی مستند حوالہ پیش فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ جناب کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے قادیانی پہلے نمبر پر مسلمانوں کے دلوں میں یہی وسوسہ ڈالتے ہیں کہ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دور صحابہ ؓ سے امت میں اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اس لئے کسی فریق کو دوسرے فریق پر تشدد کرنا درست نہیں۔ پھر وہ کچھ حوالے بھی بصورت اقتباس نہیں بلکہ بصورت اختلاس جناب کی طرح پیش فرماتے ہیں، مگر کوئی صریح حوالہ نہ وہ لا سکتے ہیں نہ جناب۔

(۳)..... جناب نے بڑی فراخ دلی سے یہ تسلیم فرما لیا ہے کہ بعض صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کو فاسق، فاجر اور زانی و شرابی مانتے تھے۔ اس پر بھی اگر آپ چند مستند حوالے ذکر فرما کر اپنے دعویٰ کے اس جزء کو مبرہن فرما دیتے تو جناب کو خط کے ص ۱۰ پر مولانا عبدالرشید نعمانی اور امام اہل سنت وکیل صحابہ جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے یہ شکوہ نہ ہوتا کہ وہ صریح حوالہ فسق پر پیش نہیں کر سکے۔ جناب ان صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ کے صریح حوالہ جات پیش فرما دیتے تو ایک معیار بھی بن جاتا کہ آپ کے ہاں صریح کی کیا تعریف ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ ؓ و

تابعین جمع کے صیغے ہیں، تو کم از کم تین صحابہ ؓ اور تین تابعین رحمہم اللہ کے حوالے تحریر فرما دیں جن میں صراحت ہو کہ یزید روز اول سے ہی فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ تھا اور جو لوگ اس کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ نہیں مانتے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا فقہی اختلاف ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ حوالہ میں پورا اقتباس ہو۔ خط میں جو قادیانی عادت کے مطابق اختلاس کیا ہے اس سے پرہیز فرمائیں۔ ہاں حوالہ دینے میں یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کی حویلی میں رہنے والے ہوں، کیونکہ اس حویلی سے سینکڑوں میل دور رہنے والوں کی شہادت تو جناب کے ہاں معتبر نہیں۔ تو جو بات جناب کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے پسند نہ فرمائیں۔

(۴)..... پھر بقول جناب جن صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ نے یزید کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ مان لیا، یہ جرح مفسر ہے اور ان کے علم پر مبنی ہے اور بقول جناب جنہوں نے نہیں مانا ان کے پاس عدم علم ہے اور تعدیل مبہم بھی ان سے ثابت نہیں۔ تو آنجناب ہی غصہ تھوک کر ارشاد فرمائیں کہ اصولاً یہاں فسق ہی ثابت ہوگا یا نہیں، یا جناب اس متفقہ اصول سے بھی منحرف ہو جائیں گے۔ ہاں صحابہ ؓ و تابعین رحمہم اللہ کی جناب کو کیا پرواہ، جب کہ قیامت کے دن یزید ہی جناب کا شفیع ہوگا۔

(۵)..... اس کے بعد جناب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کے حوالہ سے یزید کا امہات اولاد اور بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا اور ترک نماز وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور پوچھا ہے کہ اس پر بھی صحابہ ؓ اور اہل بیت نبوت نے اس کے خلاف خروج سے روکا۔ کیا ان میں غیرت نہیں تھی؟ لیکن جناب کی جہالت و اقتباسیدی پارٹی میں قابل داد ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان آخر ۶۲ھ کا ہے اور عمرو بنت عبدالرحمٰن، ابن عمر ؓ، ابوسعید خدری ؓ، جابر ؓ اور ابو واقد اللیثی ؓ کا امام حسین ؓ کو روکنا ۶۰ھ میں ہے اور جناب نے حضرت عمرہ تابعیہ کو صحابیہ بنا ڈالا۔ اہل بیت نبوت میں کون کون سے صحابہ ؓ تھے، ذرا ان کے نام اور ان کا عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی چارج شیٹ کا انکار ضرور ثابت کریں۔

(۶)..... حضرت جابر ؓ اور حضرت ابوسعید خدری ؓ نے ۶۰ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو

روکا' مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید عادل اور صالح ہے' صرف اس لئے کہ اس لڑائی میں فتنہ پہلے سے نہ بڑھ جائے اور ۶۳ھ میں یہ دونوں صحابہ کرام ؓ مدینہ منورہ میں ہی تھے جب یزید نے حملہ کیا۔ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ چارج شیٹ کا نہ انکار کیا اور نہ ہی ان کو خلع بیعت سے روکا۔ اس کے حملہ میں دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی روپوش ہوگئے (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۴' ج ۸) اس پر بھی یزیدی لشکر نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ کا گھر بھی لوٹ لیا بلکہ آپ کی داڑھی بھی نوچ لی (وفاء الوفاء' ص ۱۳۵' ج ۱)

(۷)..... حضرت ابو واقد اللیثی ؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسین ؓ کو روکا' مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید صالح اور عادل ہے' بلکہ اس لئے کہ آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے اور واقعہ حرہ میں یہ بھی مدینہ منورہ میں ہی تھے' کیونکہ ۶۶ھ تک یہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۶۸ھ میں وہیں وصال فرمایا (الاستیعاب) تو انہوں نے نہ عبداللہ بن مطیع ؓ اور عبداللہ بن حنظلہ ؓ کی چارج شیٹ کا انکار کیا اور نہ ہی اہل مدینہ کو بیعت توڑنے سے روکا۔

(۸)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی آپ نے لیا ہے۔ مگر آپ ؓ کے موقف کو جناب نے واضح نہیں فرمایا۔ جب یزید کی بیعت ہوگئی تو ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اچھا ہوا ہے تو ہم خوش ہیں اور اگر برا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے (لسان المیزان ص ۲۹۴' ج ۶) جناب نے یہ تو لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو روکا۔ کیا یہ کہہ کر کہ یزید عادل اور صالح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل عراق حالت احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کردیا تھا جن کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حسن اور حسین دنیا میں میرے پھول ہیں (بخاری) واقعہ حرہ میں جب اہل مدینہ نے یزید کی چارج شیٹ سنائی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے

ان کی چارج شیٹ میں سے کسی ایک بات کی بھی تردید نہ فرمائی۔ اگر اس وقت انہوں نے کوئی تردید کرکے فرمایا ہو کہ یزید صالح اور عادل خلیفہ ہے' اس پر شراب پینے' نماز چھوڑنے اور دیگر فاحشات میں ملوث ہونے کا الزام غلط ہے تو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں۔ رہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیعت توڑنے سے روکنا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانہ میں جنگ و قتال کو ترک کردیا جائے' اگرچہ یہ ظاہر ہوجائے کہ ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا باطل پر۔" (فتح الباری ص ۴۰' ج ۱۳) اسی قسم کی رائے ابن کثیر رحمہ اللہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑی' اس وقت اہل مدینہ یزید سے بہت سخت عداوت رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی یزید کے بارہ میں یہ تو کہا کہ وہ شراب خور ہے اور بعض گندے کام کرتا ہے لیکن روافض کی طرح اس کو زندیق نہیں کہا۔ بل قد کان فاسقا والفاسق لا یجوز خلعه لاجل ما یثور بسبب ذالك من الفتنة ووقوع الهرج كما وقع فی زمن الحرة (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵' ج ۸): بلکہ تحقیق وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں جب فتنے اور قتل و قتال کا خوف ہو۔ جناب نے فریب کی انتہا کردی کہ ۶۲ھ کے بیان کو رد کرنے کے لئے ۶۰ھ کے اقوال کا سہارا لیا اور بدقسمتی کا یہ عالم کہ ایک بھی صحابی سے ۶۲ھ کی چارج شیٹ کی تردید نہ دکھا سکے۔

(۹)..... اس کے بعد جناب نے اپنی نوحہ خوانی میں فریب کا ایک اور پانسا پھینکا ہے کہ یزید پر لعنت کرنے کا اختلاف اس پر مبنی ہے کہ اس سے افعال فسق صادر ہوئے یا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب لعنت کرنے میں اختلاف ہے تو اس کا فسق بھی مختلف فیہ ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نام سے دھوکا دیا ہے۔ حضرت کے اصل الفاظ آپ نے نہیں لکھے۔ حضرت فرماتے ہیں: "لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہرچند موجب لعن ہیں مگر جن کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مر

گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا۔ اس کے بعد وہ ان افعال کا مستحل تھا یا نہیں اور (مستحل ہونا) ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۲) اس سے تو میرا موقف ثابت ہوا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے افعال کا صدور مانتے ہیں۔ اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال فسق کا صدور مانتے ہیں۔ گویا اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد لعن میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اپنے افعال فسق کا مستحل تھا یا نہیں اور ان افعال فسق کے حلال جاننے سے توبہ کرکے مرا یا بلا توبہ مرا۔ جس فریق کے ہاں اس کو اپنے افعال فسق کو حلال جاننا اور اس سے بلا توبہ مرنا ثابت ہے وہ لعنت کو جائز کہتے ہیں اور جس فریق کے نزدیک اس فاسق کا اپنے افعال فسق کو حلال جاننا ثابت نہیں یا حلال جاننے سے توبہ کرنا ثابت ہے وہ اس کو فاسق تو کہتے ہیں مگر لعن کو جائز نہیں کہتے اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ جناب کو اتنے بڑے فریب سے سوائے خسر الدنیا والآخرۃ کے کیا ملا۔

یزید :

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی شوخ مزاج تھا۔ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک غلام کو پیٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ڈانٹا کہ تو اس کو مار رہا ہے جو تجھ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح عطاء بن سائب فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس پر حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سفارش کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید سے راضی ہوئے اور ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ یزید نے پچاس ہزار درہم اور پچاس کپڑے احنف رحمہ اللہ کو دے دیئے۔

طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی

کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے (البدایہ) باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لئے ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں سستی کی اور معذرت کردی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے جن کا ترجمہ ہے: "مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ "خد قدونہ" میں مسلمانوں کو چیچک اور بخار کا سامنا ہے۔ جب کہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔" ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے، تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کردیا اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے، اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے (اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے (کامل ابن الاثیر ص ۴۷۹، ج ۲)

ایک مسئلہ :

اس حدیث سے علماء اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جا سکتا ہے' کیونکہ یہ حدیث غازیان شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے۔ حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ ؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا (فتح الباری ص ۶۵' ج ۱۱) امام ابوبکر جصاص ؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب خلفاء اربعہ ؓ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری ؓ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے (احکام القرآن ص ۷۰۴ ج ۳)

حضرت معاویہ ؓ نے جب امام حسن ؓ سے صلح کی تھی تو طے پایا تھا کہ معاویہ ؓ کے بعد امام حسن ؓ حاکم ہوں گے (البدایہ ج ۸' ص ۸۳) مگر ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ (۵۰ھ) کو حضرت معاویہ ؓ نے بوجہ کبر سنی امارت کوفہ سے معزول کر دیا اور ارادہ کیا کہ سعید بن العاص ؓ کو اس کی جگہ گورنر بنایا جائے' تو مغیرہ ؓ اس سے ناراض ہوئے اور انہوں نے آکر یزید کو کہا کہ تم اپنے باپ سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں ولی عہد بنا دے' تو یزید نے باپ سے عرض کر دیا۔ معاویہ ؓ نے پوچھا کہ تمہیں مطالبہ کا مشورہ کس نے دیا ہے؟ یزید نے کہا مغیرہ بن شعبہ ؓ نے۔ معاویہ ؓ کو مغیرہ ؓ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس کو امارت کوفہ پر برقرار رکھا' اور اسے حکم دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لئے کوشش کرو۔ حضرت مغیرہ ؓ نے یہ کوشش شروع کر دی۔ تو معاویہ ؓ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو بھی اس بارہ میں لکھا۔ زیاد نے اس کو ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ یزید کے لعب وصید سے واقف تھا۔ اور اس نے عبید بن کعب کو دمشق بھیجا کہ یزید سے کہو کہ اس بات سے باز آنا ہی اس کے لئے بہتر ہے۔ فانزجر یزید عما یرید من ذالک۔ تو یزید ڈر گیا اور معاویہ ؓ سے بھی بات کی۔ تو باپ بیٹے دونوں کا اتفاق ہو گیا کہ سردست یہ خیال چھوڑ دینا چاہئے۔ پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہ ؓ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی' تو پانچ حضرات کے

علاوہ سب نے بیعت ولی عہدی کر لی۔ ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہ ؓ دھمکاتے ڈراتے رہے۔ پھر حضرت معاویہ ؓ نے حضرت احنف بن قیس سے اس معاملہ میں پوچھا' جنہوں نے امیر معاویہ ؓ اور یزید کی صلح کروائی تھی' تو حضرت احنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے معاویہ! اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو آپ سے ڈرتے ہیں' جبکہ آپ یزید کے دن اور رات سے خوب واقف ہیں' اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتے ہیں اور اس کے آنے جانے کی جگہیں بھی آپ کو خوب معلوم ہیں۔ باقی جو ارادہ آپ نے فرمایا ہے اس کو آپ خوب جانتے ہیں۔ ہمارا کام یہی ہے کہ آپ کا حکم سنیں اور اطاعت کریں اور آپ پر یہ لازم ہے کہ امت کی خیر خواہی کا خیال رکھیں۔

جب حضرت معاویہ ؓ نے حضرت حسن ؓ سے صلح کی تھی تو انہی کو اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو یزید کی طرف حضرت معاویہ ؓ کا رجحان قوی ہو گیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی۔ نیز اس لئے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجابت اور شاہزادوں کی سی خصوصیات' فنون جنگ سے واقفیت' انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کرام ؓ کے صاحبزادوں میں سے کوئی اس اعتبار سے بہتر انتظام نہ کر سکے گا۔ اس لئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ تو ابن عمر ؓ نے کہا کہ جب سب لوگ اس کی بیعت کر لیں گے میں بھی اس وقت کر لوں گا' اگرچہ وہ کوئی غلام ہو اور حضرت عثمان بن عفان ؓ کے صاحبزادے حضرت سعید نے معاویہ ؓ سے کہا یزید کی بجائے مجھے ولی عہد بناؤ تو معاویہ ؓ نے اس کو ڈانٹا۔ اس پر سعید نے کہا کہ میرے ہی ابا نے آپ کو اس باعزت مقام پر پہنچایا ہے اور آپ اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہیں' جبکہ میں ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور خود بھی اس یزید سے بہتر ہوں۔ حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا

میں تیرے باپ کے احسانات کا انکار نہیں کر سکتا اور تیرا باپ یقیناً یزید کے باپ سے بہتر ہے اور تیری ماں قریشی ہے اور یزید کی ماں کلبیہ ہے۔ اس لئے تیری ماں بھی اس کی ماں سے بہتر ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تو خدا کی قسم! اگر غوطہ تک زمین تیرے جیسے آدمیوں سے بھر دی جائے تو یزید تم سب سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔

اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطبہ میں یہ دعا فرمائی "اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس کی ولایت کو اس کے لئے پورا فرما دے اور اگر میں نے اس لئے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔" (البدایہ ص ۸۳ ج ۸) اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت (دنیوی انتظام) دیکھ کر ولی عہد بنایا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لئے امید کی ہے اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کی بیٹے سے ہوتی ہے تو اس کے مقام حکومت تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔ پھر جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو وہ فسق میں کھلتا گیا۔ آخر ۶۳ھ میں اس کا فاسق معلن ہونا ایسا واضح ہو گیا کہ اس شہرت کا کوئی بھی انکار نہ کر سکا۔

یزید کی وکالت :

جناب ذرا اس بات پر غور فرمائیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اہل دمشق کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں خود شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبات میں بھی اور خطوط میں بھی اس الزام سے اظہار بیزاری فرمایا اور یہ ان پر لازم تھا مگر یزید پر اہل مدینہ نے جب زانی، شرابی اور بے نماز ہونے کا الزام لگایا اور اسی طرح اہل مکہ نے تو یزید نے ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں بیان نہیں کیا اور ایک دفعہ بھی اس الزام کا

انکار نہیں کیا' بلکہ الٹا حرمین شریفین پر حملہ کرایا۔ جب یزید نے خود اپنے زانی' شرابی اور تارک نماز ہونے کا انکار نہ کیا تو اب اگر عبدالغفور اور عطاء المحسن بلا دلیل شور مچائیں تو مدعی ست گواہ چست کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہاں آپ حضرات میں اگر ہمت اور جرات ہے تو ایک اور صرف ایک مستند حوالہ پیش فرمائیں کہ جب حرمین شریفین میں صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کے کھلم کھلا فاسق ہونے کا اعلان کر رہے تھے تو یزید نے ایک دفعہ بھی اس کا انکار کیا ہو۔ آپ کے امام الحق والصدق اور آپ کے امیرالمومنین نے تو قیامت تک یزیدیت کو دفن کر دیا کہ میرے شوخ بچو! جب میں اپنے فسق کا انکار نہیں کر سکا تو تمہاری کائیں کائیں کون سنے گا۔ جناب من! جب تمہارا امام یزید اہل حرمین کے جواب میں انکار نہ کر سکا تو تم نے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو چھوڑ کر اہل سنت سے منہ موڑ کر یزید کو اپنا بنایا تھا مگر میرے مضمون کا جواب لکھ کر تو اپنے امام کی سنت خاموشی کا آپ نے بلا تکبیر ہی جھٹکا کر ڈالا۔ آپ کا امام ہی اپنی صفائی نہ دے سکا تو آپ کس باغ کی مولی ہیں۔ یزید آپ کو یہی کہہ رہا ہے کہ بیٹا! چپ ہی بھلی ہے' خاموش ہی رہو' اسی میں میری تابعداری ہے۔ بیٹا اگر میری تابعداری سے بھی تم باہر ہو گئے تو مجھے یہی کہنا پڑے گا "در کفر ہم ثابت نئی زنار را رسوا مکن۔"

قادیانی تقلید :

جس طرح قادیانی عوام کو دھوکا دینے کے لئے چند بزرگوں کا نام لیا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کے ساتھ بھی کچھ اکابر ہیں' جناب نے بھی حیلوں بہانوں سے بعض بزرگوں کے نام لئے ہیں تاکہ لوگ ان کو جناب کا ہم نوا سمجھ لیں۔ ان کی عبارات پر ہم عرض کر دیتے ہیں تاکہ عوام جناب کے دھوکے سے بچ سکیں۔

یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر :

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امیر معاویہؓ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی' مذہبی' اخلاقی اور روحانی ادبار و

نکبت کی اولیں شب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ ۶۰ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی کہ اس پر ایسے ویسے حکمران نہ ہولیں (سیرۃ النبی ص ۴۸۷، ج ۳)

خلاصۃ الفتاوی :

الشیخ الامام الزاہد قوام الدین الصفاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہؓ پر لعنت نہ کرو۔ ہاں یزید پر لعنت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں (ص ۳۹۰، ج ۴)

فتاویٰ بزازیہ :

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ والحق ان یلعن یزید علی اشتہار کفرہ و تواتر فظاعۃ شرہ۔ یعنی حق یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرے، کیوں کہ اس کے کفر کی شہرت ہے اور اس کے شرور تواتر سے ثابت ہیں (علی الہندیہ ص ۳۴۴)

لامع الدراری :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: "علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے نزدیک یزید کی قباحتوں کا ثبوت متواتر ہے۔ اس لئے وہ اس پر لعنت کرتے تھے۔" (ص ۲۴۶، ج ۷)

معارف شیخ :

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "رہی یہ بات کہ اس کے فسق و فجور کی روایات سب یکسر غلط ہیں، یہ دعویٰ مشکل ہے جب کہ تاریخی روایات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کو رد کرنا جو بحد تواتر تقریباً پہنچ گئی ہوں تاریخ سے کلیتاً اعتماد اٹھانا ہے اور اگر یہ سب روایات اتنی کثرت کے باوجود رد کی جاسکتی ہیں تو پھر یہی کونسی نص قطعی ہے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ یہ بھی تاریخ ہی کی روایات ہیں۔ مخالف

کو حق ہے کہ وہ اس کی بھی تغلیط کردے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ (ص ۶۷، ج ۱)

ناصبی مجلس :

ناصبی ذاکر یوں مجلس پڑھتا ہے: "حضرت معاویہؓ کی وفات سے متصل ہی تو حضرت حسینؓ اور اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کے لئے پر تولنے شروع کردیئے تھے۔ اگر یہ سب اہتمام اس کے فسق و فجور اور شراب نوشیوں اور زناکاریوں کی وجہ سے تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ راتوں رات ہی مہاپاپی فاسق فاجر بن گیا تھا۔ جبکہ زمانہ خیر القرون میں کسی کا راتوں رات ایسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بن جانا نہایت ہی دشوار کن اور حد درجہ بعید از عادت ہے۔"

دنیائے یزیدیت میں تو اس مجلس پر خوب داد ملی ہوگی، مگر جہالت کی حد ہوگئی ہے۔ حضرت حسینؓ نے ۵۱ھ سے ہی اس کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان کے نزدیک کا وفات معاویہؓ سے کیا تعلق؟ اور اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں اس کے فسق کا اعلان کیا ۵۱ھ سے ۶۳ھ تک یا ۶۰ھ سے ۶۳ھ تک ایک ہی رات ہوتی ہے؟ ہائے یزید! ان لوگوں نے تیری حمایت میں دین تو برباد کیا ہی تھا دنیا بھی گئی، حساب بھی بھول گئے۔ ان کو کہتے ہیں: خسر الدنیا والآخرۃ۔ نامعلوم یزیدیت کی رات کتنے سالوں پر محیط ہوتی ہے۔ باحوالہ باتوں پر بے حوالہ مرثیے پڑھنا کوئی علمی کارنامہ نہیں۔

بغض علی رضی اللہ عنہ :

یزید پلید کے بارہ میں، میں نے جو باحوالہ باتیں تحریر کی تھیں ان کو بلا حوالہ امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب سیدنا علیؓ بن ابی طالب پر پلٹنے کی کوشش کی ہے، جس کے بارہ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ آنچہ مردم مے کند بوزینہ ہم۔ اور یہی کہا جاسکتا ہے:

مہ فشاند نور سگ عو عو کند
ہر کسے بر طینت خود خوکند

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو بڑھانا اس کو واقعتاً صرف ناصبیت اور خارجیت تو نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ اس بد باطنی اور چیرہ دستی سے تو شاید وہ بھی پناہ مانگتے ہوں گے۔

حق بات :

میرا موقف اپنا نہیں ہے۔ میں تو اکابر اہل سنت والجماعت کے موقف کا ترجمان ہوں۔ اس کو جناب نے بھی تسلیم کر لیا' لکھا ہے: "چنانچہ اکابر علماء اہل سنت نے یہی کیا کہ یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کو تو صحیح بنا لیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کی تاویل کر لی۔" (ص ۱۸) اسی اعتراف حق میں تو جناب نے اپنی مکمل کتاب سبائی فتنہ پر بھی پانی پھیر دیا اور اس مضمون پر بھی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام ظلہم نے بھی ان ہی اکابر اہل سنت کی ترجمانی فرمائی تھی' جناب نے یہاں اس کو تسلیم کر لیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

فسق یزید اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم :

یزیدی پارٹی یہی شور مچایا کرتی تھی کہ یزید کو فاسق نہ کہو' ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فاسق کہنا لازم آئے گا۔ مگر جناب نے ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا اور لکھ دیا کہ "دراصل بات یہ ہے کہ یزید کو فاسق کہا جائے یا غیر فاسق۔ محض اس کہنے سے کسی بھی صحابی' تابعی یا اہل بیت کو فاسق کہنا لازم نہیں آتا۔" (ص ۱۱) سچ ہے : ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

یزیدیوں کو آپ جیسے ایک دو وکیل اور مل جائیں تو پھر اہل سنت کو یزید کے خلاف لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

دید اور شنید :

فسق یزید کی روایات تاریخ میں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں بلکہ معنیً متواتر

ہیں۔ اس تواتر کے خلاف ناصبی ذاکر پھر محمد بن الحنفیہ کی بے سند روایت کو ترجیح دے رہا ہے۔ یہ نہایت مضحکہ خیزیات ہے بلکہ جہالت اور ضد کا کرشمہ ہے۔ جب یزید کا فسق حرمین شریفین تک مشہور ہو چکا تھا اور یزید نے ایک دفعہ بھی اس سے انکار نہیں کیا تو ایک محمد بن حنفیہ کے سامنے نہ پینے سے اس شہرت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ یحییٰ خاں کی شہرت تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اور اس شہرت کے باوجود اس نے کبھی اس کی تردید نہ کی' مگر جب علماء کرام کے وفد اس کے پاس جاتے تو وہ ان کے سامنے کبھی نہ پیتا تھا۔ تو کیا یہاں بھی علماء کے سامنے اس کے شراب نہ پینے کو دید اور اس شہرت اور اس کے عدم انکار کو محض شنید کہہ کر رد کر دیا جائے گا؟

موضوع سے فرار :

اصل بحث فسق یزید سے بھاگ کر ناصبی ذاکر نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات پر ہمارا فیصلہ پوچھا ہے۔ تو اس کا فیصلہ تو اہل سنت صدیوں پہلے دے چکے ہیں کہ یہ ان کے اجتہادی اختلافات تھے جس میں مصیب فریق دو اجر اور مخطی ایک اجر کا حق دار تھا۔ کسی پر طعن و تنقید کا ہمیں حق نہیں۔ شہزادوں کی لڑائیوں پر کسی ناصبی یا رافضی بھنگی کو تبصرہ کا کیا حق؟

صحابی زادہ :

میں نے عرض کیا تھا کہ جب نوح علیہ السلام کا لڑکا بگڑ سکتا ہے تو صحابی زادہ کا بگاڑ بھی ممکن ہے۔ جب یزید کا فسق تواتر معنوی سے ثابت ہے تو صحابی زادہ ہونا اس کو کیا مفید ہو گا؟ بس اس پر تو جناب کپڑوں سے باہر ہو گئے اور ناصبی نوحہ خوانی میں پوری مجلس پڑھ دی کہ "علی زادہ رضی اللہ عنہ کیوں خطا نہیں کر سکتا؟ زبیر زادہ رضی اللہ عنہ سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی؟ حنظلہ زادہ رضی اللہ عنہ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا؟" ناصبی صاحب! غصہ اور جہالت تھوک کر دیکھیں۔ یہ تینوں صرف صاحبزادے ہی نہیں بلکہ خود بھی صحابی ہیں۔ علی زادہ رضی اللہ عنہ تو نوجوانان جنت کا سردار ہے۔ زبیر زادہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی اور صدیق کا نواسہ ہے۔ جس کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ

پھیرا جس کے لئے آپ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی جن کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو پہنچی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب مبارک تھا، جو ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود تھے، جو شہید مظلوم تھے۔ حنظلہ زادہ" صحابی ہونے کے ساتھ اہل مدینہ صحابہ" و تابعین رحمھم اللہ کے معتمد امیر تھے۔ افسوس کہ یزید کی محبت نے تجھے کسی کا نہ چھوڑا۔

اکابر سے دشمنی :

میں نے اکابر اہل سنت کا موقف عرض کر دیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اہل باطل کا پہلا قدم اکابر سے بد گمانی اور دوسرا قدم اکابر کے خلاف بد زبانی ہے۔ جناب نے دونوں قدم اٹھا لئے۔ پہلا مضحکہ خیز جواب تو یہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فسق کی متواتر روایات کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کی بے سند بات کو نہیں مانتے تو میں اکابر کی ان مستند تحریروں کو کیوں مانوں جن کی بنیاد تواتر معنوی پر ہے۔ یزید بھی تڑپ گیا ہو گا کہ کیسا وکیل ملا کہ جس طرح یہود کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی ایسے ہی میرے وکیل کے دل میں یزید ہی یزید رہ گیا ہے۔ دوسرے قدم میں تو بد زبانی میں اکابر اہل سنت پر یہ الزام لگا دیا کہ "عدالت کو صحابہ" کے کفر و نفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور یہ سب فیض ہو گا اکابر کی ہی تصریحات و ارشادات کا الخ۔" (ص ۳۶)

آہ! وہ اکابر اہل سنت جو جان پر کھیل کر بھی عظمت صحابہ" کے محافظ رہے۔ آج ناصبی یہ کہہ رہا ہے۔ ان کا فیض صحابہ کے کفر و نفاق کے سوا کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالغفور نے ملا باقر مجلسی کا قلم چھین لیا ہے۔ اکابرین کی تصریحات تو آپ نے نہیں لکھیں لیکن اس تحریر میں یزید کو نہ صرف حضرت عبداللہ بن حنظلہ" ، حضرت عبداللہ بن مطیع" ، حضرت امام حسین" اور حضرت عبداللہ بن زبیر" بلکہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی بڑھا دیا اور حضرت عمر" کا وارث بنا ڈالا۔ اب دیکھئے جناب یزید صاحب کے سر پر نبوت کا تاج کب سجاتے ہیں؟ کیونکہ ان صحابہ کرام" کو ایذا پہنچا کر اس نے خدا اور رسول خدا کو یقیناً ایذا پہنچائی، تو اب نبی بھی تو اپنا الگ بنانا پڑے گا۔

کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہو ڈیم بنگ ضلع کوہاٹ (دربارہ یزید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اَمَّابَعْدُ :

موقر رسالہ "الخیر" میں محرم کے شمارہ میں اس عاجز کا ایک مضمون سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے عنوان سے شائع ہوا۔ ظاہر ہے کہ امام مظلوم" کی سیرت میں آپ کی شہادت کا واقعہ بھی آنا تھا۔ یہاں آپ" کا ٹکراؤ یزید کی حکومت سے تھا۔ اب یہاں دو ہی راستے ہو سکتے تھے۔ ایک یہ کہ یزید کو خلیفہ عادل و صالح مان لیا جائے اور اس کے مخالفین کو فاسق اور باغی تسلیم کر لیا جائے یا مخالفین یزید کو عادل اور صالح مان لیا جائے اور یزید کو فاسق کہہ لیا جائے۔ یزید کے مد مقابل کون تھے: (۱) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جو صحابی بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں اور نوجوانان جنت کے سردار بھی ہیں۔ (۲) مدینہ منورہ کے صحابہ کرام" جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین باحسان رحمھم اللہ۔ (۳) نواسہ صدیق اکبر" حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اہل مکہ جس میں اس وقت صحابہ کرام" اور تابعین عظام رحمھم اللہ تھے۔ اب اگر ہم پہلا راستہ اختیار کر کے یزید کو صالح اور عادل کہتے ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان سب مہاجرین و انصار صحابہ ؓ کو باغی اور فاسق قرار دیں تو یہ اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقیدہ عظمت صحابہ ؓ اور عدالت صحابہ ؓ کے خلاف ہے۔ کوئی اہل سنت والجماعت یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے بھی اپنے مضمون میں دوسرا راستہ اختیار کیا' کیونکہ عظمت صحابہ کرام ؓ اور عدالت صحابہ کرام ؓ پر کتاب و سنت اور اجماع کی نصوص مثل آفتاب نیمروز ماہتاب نیم ماہ روشن ہیں اور تاریخ کی باتیں اس وقت تک قابل قبول ہوں گی جب تک وہ کتاب و سنت اور اجماعی عقائد سے نہ ٹکرائیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فسق یزید کا مسئلہ محض تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ عظمت صحابہ ؓ کا تعلق ہے جو عقائد کا مسئلہ ہے۔

مولانا محمد امین صاحب اورکزئی :

اس مضمون کے بارہ میں مولانا محمد امین صاحب اورکزئی مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہودام بنگو ضلع کوہاٹ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا اوکاڑوی صاحب کے مضمون میں یزید کے بارے میں سنیت و حنفیت سے زیادہ رفض و تشیع کی ترجمانی کی گئی ہے۔" مولانا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوی قدس سرہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے ادارے کا نام بھی جامعہ یوسفیہ حضرت کے انتساب سے رکھا ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ :

مولانا! اگر یزید کو فاسق کہہ دینا ہی رفض و تشیع کی ترجمانی ہے تو حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کا فرمان: یزید لا ریب فی کونہ فاسقاً (معارف السنن ص۱۸' ج۶) کہ "یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں" کس مسلک کی ترجمانی ہے؟ اسی طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہو سکتی ہے؟ کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں اور کیا امام حسین ؓ کو باغی واجب

القتل اور یزید بن معاویہ کو امیرالمومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا؟" (قرظ بر تسکین الصدور ص ۲۳ طبع دوم)

(۲) حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ :

مولانا! رفض و تشیع سے جو جنگ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے لڑی ہے اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے' مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں: "اور یزید بد قسمت صحابہ کرام ؓ میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے۔ اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں' بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے۔" (مکتوبات دفتر اول نمبر ۵۴)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ :

آپ نے بھی اپنے دور میں رفض و تشیع کے چھکے چھڑا دیئے۔ فرماتے ہیں: "اور گمراہی و ضلالت کے داعی شام میں یزید' اور عراق میں مختار تھے" (حجۃ اللہ البالغہ مبحث فتن) اور حدیث مغفور لھم پر فرماتے ہیں: "اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسین ؓ کو قتل کرنا' مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا' شراب خوری پر اصرار کرنا' ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو معاف کر دے' چاہے تو عذاب دے' جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔" (ابواب و تراجم بخاری ص ۳۲)

(۴) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ :

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے رفض کے خلاف جو کام کیا ان کے بعد آنے والے آج تک ان کے خوشہ چین ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: "جب اشقیاء شام و عراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمام ؓ کو کربلا میں شہید کیا" (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱)

ایک شخص نے (حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ) سے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا میزان عدل پر تھے کہ صبر حضرت امام حسینؓ کا اس مردود کے ظلم پر غالب آیا۔ (کمالات عزیزی ص۱۱)

(۵) حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ:

آپ فرماتے ہیں: "اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بالترتیب معلوم جانشین حضرت سید المرسلین ﷺ اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں۔ امیر معاویہ، یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا۔" (اجوبہ اربعین ص۸۵)

(۶) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ:

آپ نے رافضیوں کے رد میں ایک کتاب تحریر فرمائی۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں اب حقیت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہوگیا۔ اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم : چشمہ آفتاب راچہ گناہ

(ہدایۃ الشیعہ ص۹۵)

(۷) حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

آپ فرماتے ہیں: "یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔" (امداد الفتاویٰ ص۵۴، ج۵)

(۸) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ:

آپ فرماتے ہیں: "تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں

انجام دیئے تھے، اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (حضرت معاویہؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ص۲۷۱/ج۱، مکتوب نمبر۷۸)

(۹) امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ:

آپ نے رفض کو وہ ناک چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں۔ فرماتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لئے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ بھلا جس کے بیٹے کی استقامت و حمیت کا یہ حال ہو اس کے باپ کی نسبت یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے بخوف جان یا بطمع دنیا ظالموں اور غاصبوں کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔" (ابوالائمہ حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات ص۲۴)

(۱۰) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ:

آپ فرماتے ہیں: "بہرحال یزید کے فسق و فجور پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب متفق ہیں خواہ مبانعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعدالدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر اور علامہ الکیا الہراسی رحمہم اللہ جیسے محققین یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔" (شہید کربلا اور یزید ص۱۵۲)

مولانا! ارشاد فرمایئے یہ بزرگ سب رفض و تشیع کی خدمت ہی کرتے رہے۔ مولانا آپ نے بات بھی پوری نہیں کی۔ میں نے پوری بات عرض کردی ہے کہ یزید فاسق تھا اور اس کے مدمقابل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، مدینہ کے مہاجرین و انصار صحابہ

کرام ؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اور مکہ مکرمہ کے دیگر صحابہ ؓ و تابعین عادل تھے۔ آپ نے یزید کے فسق کا تو انکار فرمایا' اب اس کے مدمقابل سب صحابہ کرام ؓ کو آپ غلط کار' باغی اور فاسق کہتے ہیں یا کیا؟ بات تو پوری بتانی چاہئے۔

(۱۱) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ :

آپ فرماتے ہیں: "شہادت حسین ؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔" (شہید کربلا ص ۱۰۳)

اسی طرح فقیہ دوراں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور محدث جلیل حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہ فرماتے ہیں: "جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسین ؓ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں ان کا یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے' اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔" (تائید رسالہ دفاع صحابہ ص ۳)

مولانا! اگر آپ یزید کے عشق میں بے قرار ہو کر ان سب کو رافضیوں میں شامل فرمادیں تو آپ کے محبوب اور مخدوم اور آپ کے خلیفہ عادل و صالح کے صاحبزادہ معاویہ بن یزید سے آپ کی تسلی کروا دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی' آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی' اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا' شراب کو مباح کردیا' بیت اللہ کو

برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم! اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کمالیا وہ کافی ہے۔" (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴)

شاید آپ ایک شہادت کو ناکافی سمجھیں تو دوسری شہادت مطالعہ فرمایئے۔ یہ آپ کے خلیفہ عادل کے گورنر ابن زیاد کی شہادت ہے: "اور یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف یہ لکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کی طرف جائے اور مکہ میں ان کا محاصرہ کرے۔ تو ابن زیاد نے انکار کردیا اور کہا کہ بخدا میں اس فاسق کے لئے دو باتوں کو اکٹھا نہ کروں گا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت الحرام سے بھی جنگ کروں اور اس کی ماں مرجانہ نے بھی اس (ابن زیاد) سے کہا: (جبکہ حضرت حسین ؓ قتل ہوئے تھے) کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ تو نے کیا کیا ہے اور تو کس راہ پر چلا ہے۔ اس نے اس کو بہت سخت سست کہا تھا۔" (البدایہ والنہایہ) یہ دو شہادتیں گھر کی ہوگئیں۔

ابن زیاد کی شہادت :

ابن زیاد نے کہا: اما قتلی الحسین فانہ اشار الی یزید بقتلہ او قتلی واخترت قتلہ۔ اور میں نے جو امام حسین ؓ کو قتل کیا اس لئے کہ یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ اگر تو نے امام حسین ؓ کو قتل نہ کیا تو تو قتل کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اپنے قتل سے بچنے کے لئے امام حسین ؓ کو قتل کیا (الکامل فی التاریخ ص ۶۱۲' ج ۲) مرجانہ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے خبیث! تو نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے۔ تو کبھی بھی جنت نہ دیکھے گا (البدایہ) کیا پھر بھی ابن زیاد قتل سے بچ سکا؟

مخالی زادہ :

مولانا! آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی بگڑ سکتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے

بیٹے سے آپ واقف ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"خیر القرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور ان ہی میں حجاج' یزید بن معاویہ اور مختار ہیں۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت انصاف پر قائم رہے گی' یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شگاف ڈالے گا (مجمع الزوائد ص ۲۴۱' ج ۵)۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔" (بخاری ص ۱۰۴۶' ج ۲)

بخاری شریف کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے: ان لونڈوں میں سے پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عہدوں سے ہٹا کر نو عمروں کو مسلط کیا (حاشیہ نمبر ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو قسم کے علم حضور اقدس ﷺ سے محفوظ کئے ہیں۔ ان میں سے ایک علم کو میں پھیلاتا ہوں' اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی۔ (بخاری ص ۲۳' ج) حاشیہ پر فتح الباری شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو علم آپ نہیں پھیلاتے تھے ان احادیث میں ظالم بادشاہوں کے نام تھے۔ ہاں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ۶۰ھ اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا۔ ان کا اشارہ یزید بن معاویہ کی طرف تھا' کیونکہ وہی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء قبول فرمائی اور ان کا وصال ۵۹ھ میں ہو گیا۔

"صحابہ کے ایک جم غفیر کا امام تھا۔" میں نے یہ جملہ بار بار پڑھا' کیونکہ یہ یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسی بے بنیاد بات لکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس مسجد میں اس کو امام رکھا ہوا تھا۔ ہاں مجبوراً کسی جہاد وغیرہ کے موقع پر نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے۔ جب وہ فاسق معلن ہو اکسی ایک صحابی کا بھی اس کے پیچھے بااختیار خود

ایک نماز بھی ثابت نہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن الغسیل رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان فرمایا: واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان کان رجلاً ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱) خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے' شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔"
مولانا! صحابہ رضی اللہ عنہم تو فرماتے ہیں وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا اور آپ اسے جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا امام بنا رہے ہیں۔ اس نے اہل مدینہ پر جو مظالم ڈھائے ان میں ایک یہ بھی تھا:
وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی ایامًا واختفت اھل المدینۃ ایامًا فلم یکن احدًا دخول مسجدھا حتی دخلتہ الکلاب والذیاب وبالت علی ممبرہ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲)

"مسجد نبوی میں کئی دن جماعت نہ ہو سکی۔ اہل مدینہ روپوش رہے اور کوئی مسجد میں نہ آسکا' یہاں تک کہ کتے اور بھیڑیئے مسجد نبوی میں آتے تھے اور منبر نبوی ﷺ پر پیشاب کرتے تھے۔" مولانا! نمازی مساجد کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟ پھر اس نے حرم مکہ پر حملہ کروایا۔ غلاف کعبہ تک جل گیا۔ کیا نمازیوں کی یہی کرتوتیں ہیں؟ مولانا! سبائی پانچ دن مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں جماعت کراتے رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ آپ ان سبائیوں کو اپنا پیر و پیشوا مان لیں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔

تابعیت کا مرتبہ پانے والا :

مولانا! قرآن کی آیت بھی حب یزید نے آپ کو بھلا دی: والذین اتبعوھم باحسان میں تابعیت کے ساتھ نیکی کی شرط ہے اور جس کے فسق پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور

ائمہ کا اجماع ہو وہ اس تابعیت میں کیسے آسکتا ہے؟

احتمالاً ہی سہی، مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا :

مولانا! آپ کی تو حدیث پر وسیع نظر ہے۔ کیا ابوداؤد شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گزری کہ اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت امیر جیش حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔ یہ عبدالرحمٰن بن سیف اللہ ۴۶ھ میں حمص میں ہی وصال فرما گئے۔ یہ پہلا لشکر تھا۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس میں یزید شامل تھا؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر حدیث کے خلاف اس تاریخی احتمال کو مان لیا جائے کہ اس لشکر میں جو تھے وہ سب مغفور لھم تھے اور اس کا مطلب لیا جائے اب آخر عمر تک ان کے خلاف زبان کھولنا یا ان کو فاسق کہنا حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت ہے اور ائمہ اہل سنت میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا، خود آپ کے امام عادل کو بھی یہ مطلب نہیں سوجھا۔ مولانا! آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسین ؓ بھی اسی لشکر میں شامل تھے۔ آپ کے امام عادل نے ان کو جس بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اگر مغفورلھم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اس حدیث پر ایمان ہے؟ مولانا! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بھی اس لشکر میں شریک تھے اور مغفورلھم کے وعدہ میں شامل تھے۔ مگر آپ کے امام عادل انہیں ملحد قرار دیتے ہیں۔ ان کو حرم پاک میں بھی معاف نہیں کرتے۔ ان کے لئے حرم پاک گراتے ہیں اور جلاتے ہیں۔ مدینہ منورہ پر جب حملہ کیا وہاں بھی کئی صحابہ ؓ اور تابعین موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفورلھم کے وعدہ کے مصداق تھے۔ مگر آپ کے امام عادل نے مدینہ میں بھی معاف نہیں کیا۔ ان کی جانوں اور مال کو مباح قرار دے دیا۔

مولانا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بھی شریک تھے۔ وہ آپ کے امام عادل کو کیا خط لکھ رہے ہیں؟ لکھتے ہیں: "تو نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور لوگ

تیرے" سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں، سو ایسا کامل نہیں ہوسکتا۔ نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز۔ اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسین ؓ اور جوانان عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان جوانوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جاچکا تھا۔ پیاس کی حالت میں انہیں قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے۔ ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا، حالانکہ بخدا ان کے قتل کے طفیل تمہیں یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے۔ اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کردوں مگر اس بات کو فراموش نہیں کرسکتا کہ تو نے ہی حسین ؓ کو مجبور کرکے رسول اللہ ﷺ کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا۔ پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کرکے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول ﷺ اور اہل بیت کی عداوت میں کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کرکے ان کو خوب پاک اور صاف کردیا تھا۔ حسین ؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی اور واپس چلے جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا جاسکتا ہے موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم متحد ہوکر کے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ بس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کرچکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو

نے ہم پر فتح پالی ہے، ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پاکر رہیں گے۔" (الکامل فی التاریخ ص ۶۰۴، ج ۳)

توقف کا راستہ :

آپ کا یہ فقرہ پڑھ کر کہ "ہمارے امام فقیہ الامت رحمہ اللہ کی دوربین نگاہ نے اس لئے توقف کا راستہ دکھایا ہے۔" مجھے خود توقف ہوا کہ ایسی بے بنیاد باتیں ان پڑھ واعظوں کا شیوہ تو ہو سکتی ہیں مگر ایک شیخ الحدیث اور وسیع النظر کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ آپ تو اتفاق اور اختلاف کے مقامات کو جانتے ہیں۔ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان اهل السنة والجماعة اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویة۔ اہل سنت والجماعت میں یزید کی تکفیر میں اختلاف ہے، بعض کافر اور بعض مسلم۔ پھر لکھتے ہیں: وعلی القول بانه مسلم فهو فاسق شریر سکیر جائر۔ اور جو اس کو مسلمان کہتے وہ اس کو فاسق، شریر، نشہ کرنے والا اور ظالم کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: وبعد اتفاقهم علی فسقه اختلفوا فی جواز لعنه باسمه (الصواعق المحرقة ص ۲۲۲) یعنی اس کے فاسق ہونے پر تو اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں امام صاحب کا توقف کا قول ملتا ہے۔ فسق میں آپ کا توقف کا قول ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر لعن والے قول کو یہاں چسپاں کرتے ہو تو یحرفون الکلم عن مواضعه سے توبہ لازم ہے اور اگر کوئی مفتی بہ قول فسق میں توقف کا ہے تو ضرور پیش فرمائیں۔

امام محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ :

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت جو کہ یزید کی معاصر بھی ہے کی شہادت کیا ہمارے اقلام والسنہ کو روکنے کے لئے ناکافی ہے؟

محترم! موصوف کی شخصیت تابعین میں واقعی عظیم ہے، لیکن صحابہ کرام ؓ کے اجماع

کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ کسی ایک صحابی نے قتل حسین ؓ، جنگ مدینہ منورہ اور جنگ مکہ مکرمہ میں یزید کو عادل اور صالح کہا ہو، اس کا حوالہ پیش کرنا تھا۔ آپ صحابہ ؓ سے ہٹ کر ایک تابعی کی طرف لپکے۔ مگر یہ قول بھی کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔ اگر آپ ثابت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ پھر صحابہ کرام ؓ کے اجماع اور متواتر تعامل مخالفت یزید کے خلاف کوئی ایسا قول بسند صحیح بھی مل جاتا تو وہ شاذ ہوتا جس طرح قرآن پاک کی متواتر آیت یہی ہے: یٰایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ اب درمنثور وغیرہ میں یوں بھی ہے: یٰایها الرسول بلغ ما انزل الیك فی ولایة علی والائمة، تو یہ شاذ ہے۔ متواترات کے خلاف شواذ پیش کرنے کا سبق کہیں روافض سے تو نہیں پڑھ لیا۔ ذرا تفصیل ملاحظہ ہو۔ آپ کے استاذ محترم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے حرم مکہ میں پناہ لی، اسی لئے ان کو عائذ البیت کہتے تھے اور مکہ مکرمہ میں وہ غالب رہے اور یزید حاکم مدینہ کو حکم دیتا تھا کہ اہل مدینہ سے لشکر تیار کرکے مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ یہ حکم اور اس قسم کے بعض دوسرے احکام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی، جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہ ؓ اور صحابہ زادے قتل کئے گئے۔ اور (علاوہ دیگر کے) ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں بہت بڑا شر اور بہت بڑا فساد پھیل گیا جیسا کہ تاریخ ہمیں بیان کرتی ہے، فانا للہ وانا الیه راجعون (معارف السنن ص ۷، ج ۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اپنے خطبوں میں فرماتے تھے: یزید القرود، شارب الخمور، تارك الصلوات، منعكف على القينات (البدایہ ص ۲۲۲، ج ۸) "بندروں والا یزید، شرابیں پینے والا، نمازوں کا تارک، گانے والیوں کو چمٹنے والا۔" یہ خطبہ وہ حرم پاک میں دیتے تھے۔ میرے خیال میں کوئی سنی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ

صحابی رسول 'نواسہ صدیق' حرم پاک میں برملا جھوٹ بولتے ہوں اور کوئی ایک آدمی بھی سارے مکہ مکرمہ میں ان کو ٹوکنے والا نہ ہو۔

وفد اہل مدینہ :

جبکہ ایک طرف یزید اہل مدینہ کو بار بار مجبور کرتا تھا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ ادھر مکہ مکرمہ والے اس کو برملا فاسق کہتے تھے تو اہل مدینہ نے اشراف اہل مدینہ (صحابہؓ و جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ) کا ایک بہت بڑا وفد تشکیل دیا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ صحابی اور حضرت عبداللہ بن مطیعؓ صحابی تھے۔ یہ تحقیقاتی کمیشن جب واپس لوٹا تو اس کی رپورٹ کیا تھی: ولما رجع وفد المدينة اليها اظهروا شتم يزيد وعيبه وقالوا: قدمنا من عند رجل ليس له دين يشرب الخمر وتعزف عنده القينات بالمعازف' وانا نشهد كم انا قد خلعناه' فتابعهم الناس على خلعه۔ اور منذر بن زبیر نے بھی کہا کہ وہ شراب میں بدمست رہتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا (البدایہ ص ۲۱۸' ج ۸) اور یہ بھی کہا کہ ان يزيد يشرب الخمر ويترك الصلوٰة ويتعدى حكم الكتاب (البدایہ ص ۲۳۶' ج ۸) خلاصہ اس تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ تھا کہ یزید ایک بے دین آدمی ہے' شراب پیتا ہے' احکام الٰہی سے تجاوز کرتا ہے' نماز نہیں پڑھتا' گانے والیاں باجوں طبلوں کے ساتھ اس کے اردگرد گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ تو سب اہل مدینہ نے اس تحقیق کو تسلیم کرکے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ یزید نے تقریباً بارہ ہزار کا لشکر بھیجا۔ فخرج اهل المدينة بخموع كثيرة وهيئة لم ير مثلها (البدایہ ص ۲۲۵' ج ۸) اہل مدینہ بھی اتنی کثرت سے نکلے کہ اس طرح نکلنا کبھی دیکھا نہ گیا۔ گویا ان سب نے وفد کی تحقیقات کو مانا۔ اس لڑائی میں سات سو مہاجرین و انصار شہید ہوئے اور ان کے علاوہ دس ہزار آدمی اور شہید ہوئے۔ تین دن تک یزید کی فوج نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا' جو سامنے آتا اس کو قتل کرتے' اہل مدینہ کے مال لوٹتے۔ ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے جنے (البدایہ ص ۲۲۴' ج ۸) حافظ ابن کثیر رحمہ

اللہ آخر میں لکھتے ہیں کہ یزید نے یہ فاحش خطا کی کہ مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دیا اور صحابہؓ اور صحابہ زادوں کو قتل کیا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں ایسے ایسے مفاسد پیش آئے جن کو نہ گنا جا سکتا ہے' نہ بیان کیا جا سکتا ہے' صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یزید نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ اس کی حکومت مضبوط ہو' لیکن خدائے قاہر نے اسی کو عذاب میں پکڑ لیا۔ فقصمه الله قاصم الجبابرة اخذه واخذ عزيز مقتدر او كذلك اخذ ربك اذا اخذالقرى وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد (البدایہ ص ۲۲۵' ج ۸) اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ جابروں کی کمر ایسے ہی توڑتا ہے۔ اس کو ایسا پکڑا جو غالب اور قادر کی پکڑ ہوتی ہے' ہلنے تک نہ دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی اور سخت ہے۔ مولانا! ان سب صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن الحنفیہ کی بات جو بے سند ہے پیش کرتے ہیں' جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا وہ آپ کو پسند آئی۔

آخری بات :

آخر میں موضوع سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی ہے کہ "یزید کو ملعون' مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کے بارہ میں جو عامۃ الناس کے اذہان کو سوء ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔" مولانا! آپ اپنے امام عادل کو عادل و صالح ثابت کریں' اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کا ذکر کرنے لگے۔ تقریباً چودہ سو سال تک اہل سنت والجماعت کا اجماع فسق یزید پر رہا۔ ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ اس فسق یزید کے قول سے کتنے عوام صحابہ کرامؓ سے بدظن ہوئے؟ مولانا! کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ

شامل تھا؟ کسی ایک صحابی نے ان کاموں میں اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہو؟ سیدنا امیر معاویہ ؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے نہ کی تھیں تو امیر معاویہ ؓ پر کیا اعتراض۔ بالفرض اس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لئے فاسق کی تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کے لئے کسی فاسق کی بیعت کس اصول اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔

ہاں یہ فرمائیں کہ اگر واقعی صالح اور عادل تھا تو اس کے خلاف سیدنا امام حسین ؓ اور ان کے ساتھیوں کے خروج کا کیا حکم ہے؟ کیا یزید کو صالح اور عادل مان کر آپ اس کو فسق سے بچا سکتے ہیں؟ اگر یزید عادل تھا تو سات سو مہاجرین و انصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت توڑ کر جانیں تک قربان کردیں اور سینکڑوں صحابہ ؓ، تابعین روپوش رہے، کیا آپ ان جلیل القدر صحابہ ؓ کو فسق کے فتویٰ سے بچا سکتے ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہ ؓ کے موافق ہے یا عظمت صحابہ ؓ کے تحفظ کے لئے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ کیا؟ آپ ان سب کو جن میں صحابہ ؓ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں فاسق قرار دیتے ہیں۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ایک یزید کو عادل کہنے سے کتنے صحابہ ؓ، جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ اور اہل بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے؟ ناموس صحابہ کرام ؓ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اس کو فاسق کہا جائے۔ آخر میں عرض ہے کہ اگر کوئی جملہ سخت نکل گیا ہو تو درگزر فرمائیں اور غور فرمائیں کہ ناموس صحابہ ؓ کے تحفظ کے لئے کونسا راستہ درست ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور اکابر والا یا آپ کا؟ مزید دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔ فقط

محمد امین عفی عنہ
۲۲/۱/۱۶

فقہ کی اہمیت
قرآن وحدیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم۔ اَمَّابعد:

برادران اہل سنت والجماعت! آج کا زیر بحث موضوع "فقہ" ہے۔

فقہ کی تعریف :

الفقه لغة العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعة واصطلاحا عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیة الفرعیة المکتسب من ادلتها التفصیلیة۔ فقہ لغت میں دریافت کرنا ہے شے کا۔ پھر عرف میں فقہ مخصوص علم شریعت سے ہے اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم جو اس کے مفصل دلائل سے حاصل ہوا ہو۔ (درمختار ج ۱ ص ۱۹)

موضوع فقہ :

۔ انسان اپنے ارادہ واختیار سے جو بھی کام کرے یا اس سے رکے اس ہر کام کا حکم فقہ بیان کرتی ہے۔ وموضوعه فعل المکلف ثبوتا او سلبا (درمختار ص ۲۰)